تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

31

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

15 تا 21 محرم الحرام 1443ھ / 24 تا 30 اگست 2021ء

اسلام ٗ جہاد اور قربانی

ہر وہ کوشش وسعی جو اسلام کی خاطر ہو ٗوہ جہاد ہے۔ خواہ ایثارِ جان کی سعی ہو یا قربانی مال و اولاد کی جدوجہد اور یہی حقیقت اسلام ہے کہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔ پس جہاد اور اسلام ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ پس کوئی ہستی مسلم ہو نہیں سکتی جب تک کہ مجاہد نہ ہو اور کوئی مجاہد ہو نہیں سکتا جب تک مسلم نہ ہو۔ اسلام کی لذت اس بدبخت کے لیے حرام ہے جس کا ذوق ایمانی لذت جہاد سے محروم ہو اور زمین پر اگرچہ اس نے اپنا نام مسلمان رکھا ہو ٗلیکن اس کو کہہ دو کہ آسمانوں میں اس کا شمار گفار کے زمرے میں ہے۔

آج جب ایک دنیا لفظ جہاد کی دہشت سے کانپ رہی ہے ٗ جبکہ عالم مسیحی کی نظروں میں یہ لفظ عفریت مہیب یا ایک حربہ بے امان ہے ٗ جبکہ اسلام کے مدعیان خود نصف صدی سے کوشش کر رہے ہیں کہ کفر کی رضا کے لیے اہل اسلام کو مجبور کریں کہ وہ اس لفظ کو لغت سے نکال دیں ٗ جب کہ بظاہر انہوں نے کفر و اسلام کے درمیان ایک راضی نامہ لکھ دیا کہ اسلام لفظ جہاد کو بھلا چکا ہے ٗ لہٰذا کفر اپنے توحش کو بھول جائے۔ تاہم آج کل کے ملحد مسلمین اور مفسدین کا ایک حزب الشیطان بے چین ہے کہ بس چلے تو یورپ سے درجہ تقرب و عبودیت حاصل کرنے کے لیے تحریف الکلم عن مواضعہ کے بعد سرے سے اس لفظ کو قرآن سے نکال دے۔ میں صاف صاف کہتا ہوں کہ اسلام کی حقیقت ہی جہاد ہے۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اسلام سے اگر جہاد کو الگ کر لیا جائے تو وہ ایک ایسا لفظ ہو گا جس کے کوئی معنی نہ ہوں۔ ایک اسم ہو گا جس کا مسمّیٰ نہ ہو ٗایک قشر محض ہو گا جس سے مغز نکال لیا گیا ہو۔

ہاں! اے غارت گران حقیقت اسلامی! اے دشمنانِ متاع ایمانی! اور اے مفسدین ملت و مدعیان اصلاح! قرآن کریم اسی کو حقیقت اسلامی کہتا ہے۔ اسلام کا اعتقاد اسی کے لیے ہے اور اس کی تمام عبادتیں اسی کے لیے ہیں۔ اس کے تمام جسم اعمالی کی روح میں یہی شے ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی یاد کو اس نے ہمیشہ زندہ رکھنا چاہا اور عیدالاضحی کو یوم جشن و مسرت بنایا۔

قرآن کا قانونِ عروج وزوال
مولانا ابوالکلام آزاد

اس شمارے میں

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

پیغمبروں سے نسبت

قیام پاکستان کا مقصد اور......

حضرت امِ ہانی رضی اللہ عنہا

تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو!

جشن آزادی اور مصورِ پاکستان

الہدیٰ (949)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

جنت کی نعمتیں اور دوزخ کی دہشت

سُوْرَۃُ الْفُرْقَان | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیات:10 تا 2

تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ وَ
یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ
سَعِیْرًا ﴿۱۱﴾ ۚ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّ زَفِیْرًا ﴿۱۲﴾

آیت:۱۰ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ﴾ ’’بڑی ہی بابرکت ہے وہ ہستی جو اگر چاہے تو آپؐ کے لیے ان سے کہیں بہتر چیزیں بنا دے‘‘

یہ لوگ تو آپؐ پر اعتراض کرتے ہوئے اپنی طرف سے بڑی دُور کی کوڑی لاتے ہیں اور اپنے فہم وشعور کے مطابق مختلف چیزوں کے نام گنواتے ہیں کہ آپؐ کو فلاں آسائش میسّر ہونی چاہیے اور فلاں چیز آپؐ کے تصرف میں ہونی چاہیے۔ ان بے چاروں کو ہماری قدرت کا اندازہ ہی نہیں۔ ہم اگر چاہیں تو ان کی تجویز کردہ چیزوں سے کہیں بہتر ایسی چیزیں آپؐ کے لیے پیدا کر دیں جو ان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ ہوں۔

﴿جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾﴾ ’’ایسے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور آپؐ کے لیے محلّات تعمیر کر دے۔‘‘

یہ لوگ تو ایک باغ کی بات کر رہے ہیں۔ ہم آپؐ کے لیے باغات کے ان گنت سلسلے اور بے شمار محلّات بنا سکتے ہیں۔

آیت:۱۱ ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا ﴿۱۱﴾﴾ ’’اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے قیامت کو جھٹلا دیا ہے‘ اور جو قیامت کو جھٹلاتا ہے اُس کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔‘‘

آیت:۱۲ ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّ زَفِیْرًا ﴿۱۲﴾﴾ ’’وہ جب دور سے ان کو دیکھے گی تو وہ سنیں گے اس کے جوش اور اس کی پھنکار کو۔‘‘

جہنّم جب دور سے ہی ایسے مجرموں کی صورت میں اپنے شکار کو آتے دیکھے گی تو غضبناک ہو کر جوش مارے گی اور اس کے دھاڑنے اور پھنکارنے کی خوفناک آوازوں کو مجرم لوگ بہت دور سے سن سکیں گے۔

فرمان نبویؐ

ماہر قرآن کا مقام

عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اَلْمَاهِرُ بِالْقُرآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَ الَّذِيْ يَقْرَؤُ الْقُرآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ)) (صحیح مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے قرآن میں مہارت حاصل کر لی ہو (اور اس کی وجہ سے وہ اس کو بہتر طریقے پر اور بے تکلف رواں پڑھتا ہو) وہ (روزِ قیامت) معزز اور نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو بندہ قرآن پاک اس طرح پڑھتا ہو کہ اس میں اٹکتا ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے (ایک تلاوت کا اور دوسرا زحمت ومشقت کا)۔‘‘

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
15 تا 21 محرم الحرام 1443ھ جلد 30
24 تا 30 اگست 2021ء شمارہ 31
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

نبی اکرم ﷺ نے ایک تمثیل کے ذریعے ہمیں سمجھایا ہے کہ انسان پر جب خوشی کے جذبات شدت سے غالب آ جائیں اور وہ خوشی اُس کی رگ و پے میں سما جائے تو اس کے حواس مکمل طور پر قابو میں نہیں رہتے۔ وہ کہنا کچھ چاہتا ہے اور اُس کے منہ سے نکلتا کچھ اور ہے وہ تمثیل کچھ یوں ہے کہ اگر صحرا کے کسی مسافر کا خوراک اور سامان سے لدا ہوا اونٹ اُس وقت گم ہو جائے جب وہ سستا رہا ہو اور وہ اُسے ڈھونڈنے کی سرتوڑ کوشش کرے لیکن ناکام ہو جائے اور اب موت کا انتظار کرنے لگے پھر اچانک وہ اونٹ اُس کے سامنے آ کھڑا ہو تو خوشی کے جذبات اُس پر اِس قدر غالب آ جاتے ہیں وہ غلطی سے یہ کہہ اُٹھتا ہے۔ اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ افغان طالبان کی فتح پر شدتِ جذبات سے آج عالم اسلام اور خاص طور پر مسلمانانِ پاکستان پر یہی کیفیت طاری ہے۔ ڈ زبان اور قلم کی نوک اپنی بے بسی کا اظہار کر رہی ہیں کہ خوشی اور تشکر کے اِن جذبات کو الفاظ کا لبادہ کیسے اُوڑھایا جائے۔ کیا کہا اور لکھا جائے کہ جذبات کی صحیح ترجمانی ہو سکے۔ بہرحال یہ اپنی اپنی صلاحیت اور زبان و کلام پر دسترس کا معاملہ بھی ہے اور اِس کے لیے لغت سے گہری شناسائی بھی درکار ہے جس سے ہم تہی دامن ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اسلام دشمن اور افغان طالبان سے بغض رکھنے والوں کا بھی اخلاقی تقاضا ہے کہ وہ کم از کم اُن کی اپنے نظریہ سے وابستگی یعنی Commitment کو تو خراجِ تحسین پیش کر دیں۔ ہم بحیثیت مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے پسماندہ ترین ملک افغانستان سے تعلق رکھنے والے افغان طالبان نے امریکہ کی سربراہی میں نیٹو کے 48 ممالک کی فوج جو جدید ترین اور انتہائی مہلک اسلحہ سے لیس تھی اُسے ذلت آمیز اور عبرتناک شکست دی ہے اور 20 سال کے بعد غاصبوں سے اپنے ملک کا قبضہ چھڑوا لیا ہے یہ صرف اور صرف اللہ رب العزت کی مدد اور نصرت سے ممکن ہوا۔ درحقیقت قرآنِ پاک اور احادیث نبوی اِس بات پر شاہد ہیں کہ مسلمانوں کا کوئی گروہ اس حالت میں جہاد کرے کہ قوتِ ایمانی سے لبریز ہو اور اُس کا اصل اعتماد اور بھروسہ صرف اللہ پر ہو تو اللہ کی مدد اور نصرت اُن کو نصیب ہوتی ہے اور فتح مبین اُن کا مقدر بن جاتی ہے چاہے دنیا بھر کی طاغوتی قوتیں مقابلے پر کیوں نہ ہوں۔

امریکہ کے افغانستان پر حملے کا سارا معاملہ نائن الیون سے شروع ہوا جب نیویارک میں ٹوئن ٹاورز سے جہاز ٹکرائے اور وہ زمین بوس ہو گئے جس سے کئی ہزار لوگ ہلاک ہو گئے۔ امریکہ نے اِس کو خود پر حملہ قرار دیا اور انتقام لینے کا اعلان کیا۔ امریکہ کو تمام دنیا کی ہمدردیاں حاصل ہو گئیں۔ اُس نے افغانستان میں مقیم اُسامہ بن لادن کو اِس واقعہ کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ اُس وقت افغانستان میں۔ ملا عمر کی قیادت میں افغان طالبان کی حکومت تھی جس سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ اُسامہ کو امریکہ کے حوالے کیا جائے۔ ملا عمر کا جواب تھا کہ اُسامہ ہمارا مہمان ہے اگر اُس کے خلاف شواہد پیش کیے جائیں تو ہم خود اُس کے خلاف مقدمہ چلائیں گے

لیکن امریکہ صرف طاقت کی زبان بول رہا تھا اور اُسامہ کی فوری طور پر حوالگی پر اصرار کر رہا تھا جس پر ملا عمر نے ایک ہزار علماء کا مشاورتی اجلاس بلایا کہ ہمیں شرعی نقطۂ نظر سے کیا کرنا چاہیے۔ تین دن کی مشاورت کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ اُسامہ کو امریکہ کے حوالے تو نہ کیا جائے البتہ اُسے افغانستان سے نکال دیا جائے۔ اس پر امریکہ نے پینٹاگون اور وائٹ ہاؤس کے ترجمان نے ہنگامی پریس بریفنگ میں کہا کہ ہمارا مقصد صرف اُسامہ کی حوالگی نہیں بلکہ افغانستان سے القاعدہ کا نیٹ ورک ختم کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ لہٰذا ہم افغانستان میں فوج لازماً اُتاریں گے گویا امریکیوں کی نیت کھل کر سامنے آگئی۔ اصل مقصد افغانستان پر قبضہ تھا اور اُسامہ کی حوالگی محض عذرِ لنگ تھا۔ پھر سازش کے پرت کھلتے چلے گئے اور جلد ہی یہ بات بھی عیاں ہوگئی کہ نائن الیون ایک ڈراما تھا۔ ہر ذی عقل انسان اب تسلیم کرتا ہے کہ یہ Inside Job تھا اور نیو ورلڈ آرڈر دنیا پر مسلط کرنے کے لیے یہ سارا کھیل کھیلا گیا۔

پھر عالم اسلام کو تباہ و برباد کرنے کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔ عراق، لیبیا، شام میں تو تباہی و بربادی پھیلائی البتہ افغانستان پر باقاعدہ قبضہ کیا گیا اور وہاں غدارانِ وطن پر مشتمل ایک کٹھ پتلی حکومت قائم کر دی گئی امریکہ نے اپنے افغانستان میں آنے کا مقصد جمہوریت کا قیام اور نیشن بلڈنگ اور مہذب و جدید معاشرے کا قیام بتایا۔ ہماری رائے میں امریکہ اِس بات سے خوفزدہ ہوا تھا کہ افغانستان میں جو اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم ہوتا نظر آرہا ہے یہ خطے کے دوسرے خاص طور پر مسلمان ممالک کو متاثر کرے گا لہٰذا اُن کے سرمایہ دارانہ نظام کو خطرات لاحق ہو جائیں گے۔ سرمایہ دارانہ نظام جو امریکہ اور یورپ کو دنیا پر مسلط کرنے میں مددگار ثابت ہوا ہے اُنھیں یقین ہے کہ یہ استحصالی نظام ہی اُن کی اگلی صدی میں سپریم اور غالب اتھارٹی کو بحال رکھے گا بلکہ مزید بڑھاوا دے گا۔ اِس نظام کی حفاظت میں اُنھوں نے کمیونزم سے تصادم مول لیا تھا اور سوویت یونین کو شکست و ریخت سے دوچار کیا تھا۔ لہٰذا وہ افغانستان میں ایسا نظام گوارا نہیں کر سکتے تھے جو کسی وقت بھی اور دنیا کے کسی حصہ میں بھی سرمایہ دارانہ نظام کے لیے خطرہ بن سکے۔

دوسرا مقصد یہ تھا کہ چین جو اقتصادی ترقی کی بے مثل اُڑان بھر رہا ہے اُس کا گھیراؤ کیا جائے اور افغانستان پر قبضہ کر کے چین کا وسطی ایشیا کی طرف بڑھنا روکا جائے اُس کی اقتصادی ترقی کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کی جائے کیونکہ نظریاتی حریف اگر اقتصادی ترقی کر جائے تو اُس کا اگلا ہدف عسکری قوت کا حصول ہوتا ہے جس سے امریکہ یا کم از کم اُس کے اتحادیوں کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ امریکہ کی افغانستان میں آمد کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ پاکستان کی بغل میں بیٹھ کر اُس کی ایٹمی قوت کا تیا پانچہ کیا جا سکے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے امریکہ نے 7 اکتوبر 2001ء کو افغانستان پر حملہ کر دیا اپنی بھرپور فضائی قوت کو استعمال کر کے اور زمین پر شمالی اتحاد کے غدارانِ وطن سے مدد لے کر افغانستان پر قبضہ کر لیا۔ افغان طالبان منتشر ہو گئے امریکہ نے سمجھا اُس نے جنگ جیت لی ہے اب وہ تا قیامت افغانستان پر قابض رہے گا حالانکہ اُس نے جنگ نہیں لڑائی جیتی تھی اور طالبان جنگی سٹریٹجی کے تحت وقتی طور پر پسپا ہوئے تھے۔ اُن کی پالیسی اِس انگریزی محاورے کی بنیاد پر تھی "We will live to fight another day" بہرحال امریکہ اور اُس کے اتحادی ابھی دادِ عیش دے رہے تھے اور دنیا اُن کی قوت جنگی صلاحیت اور اُن کی عظمت کے گیت گا رہی تھی اور خود امریکہ متکبرانہ بول بول رہا تھا۔ تب طالبان ملا عمر کی قیادت میں مجتمع ہوئے اُنھوں نے گوریلا جنگ شروع کی اور جرأت و بہادری کی وہ مثالیں پیش کیں اور نیٹو فوج کو یوں ناکوں چنے چبوائے کہ جنگوں کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگیا۔

امریکہ جس شان و شوکت سے میدان جنگ میں اُترا اور شکست فاش کے بعد جس طرح ذلیل و خوار ہوا ہماری آنکھوں کے سامنے قرآن پاک کا کھینچا ہوا وہ نقشہ آ گیا۔ فرعون کے دور میں قارون بڑی شان و شوکت اور پُرجلال انداز میں اپنی بے انتہا دولت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نکلا تھا اور ایک دنیا اُس کی قسمت پر اَش اَش کر رہی تھی اور اُس کے گُن گا رہی تھی، لیکن جلد اللہ تعالیٰ نے اُس کو مال و دولت سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ امریکہ کی بھی عزت، تکبر اور اُس کی شان و شوکت زمین میں دھنس گئی ہے۔ یہ شکست درحقیقت صرف امریکہ کی شکست نہیں بلکہ یہ نیٹو کی شکست بھی ہے۔ یہ امریکہ کے اس خطے میں پٹھو بھارت کی بھی شکست ہے۔ یہ امریکہ کی حمایت یافتہ افغان حکومت کی شکست بھی ہے۔ یہ ہر طالبان مخالف گروپ کی شکست ہے۔ یہ اُس کولیشن کی شکست بھی ہے جو نائن الیون کے بعد War against Terror کے نام سے بنائی گئی تھی۔ یہ اُس فکر اور اُس ذہنیت کی بھی شکست ہے جو دنیوی بڑائی کے سامنے سجدہ ریز ہے۔ طالبان کی اس فتح نے سیکولرازم کی سوچ پر ہتھوڑا مارا ہے اور اُس کی بنیاد کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے۔ طالبان کی اس فتح نے مادہ پرستانہ سوچ پر بھی کاری ضرب لگائی ہے۔

افغانستان طالبان کو بھی سمجھنا چاہیے کہ اُن کا کام ابھی ختم نہیں ہوا بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اُن کا اصل امتحان اب شروع ہوا ہے تو غلط نہ ہوگا ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنھیں یہ حوصلہ اور ہمت عطا فرمائے کہ وہ افغانستان کو مکمل طور پر ایک اسلامی فلاحی ریاست بنا کر باقی عالم اسلام پر حجت قائم کر دیں اور ہر مرحلہ پر طاغوتی قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہیں۔ آمین!

پیغمبروں سے نسبت

(سورۃ القمر کی آیات 23 تا 25 کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 13 اگست 2021ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد

قرآن مجید کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں آج ہم سورۃ القمر میں قوم ثمود کا تذکرہ پڑھیں گے۔ ان شاء اللہ۔ اس قوم کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ اس قوم کا بھی بنیادی جرم شرک کا تھا، ساتھ پیغمبر کی شان میں گستاخی کا معاملہ، دعوت توحید کو رد کرنا اور سرکشی پر ڈٹ جانا ان کے بڑے جرائم تھے۔ فرمایا:

﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾﴾ ”قوم ثمود نے بھی جھٹلایا خبردار کرنے والوں کو۔“

کسی ایک رسول کی دعوت کا انکار کرنا گویا تمام رسولوں کے انکار کے مترادف ہے۔ اس لیے کہ سب رسولوں کو بھیجنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ لہٰذا اللہ کے رسول کی تکذیب اللہ کی تکذیب ہے اور اللہ کے سارے ہی رسولوں کو جھٹلانا ہے۔ اسی سے ایک اور اصول سمجھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت عطا فرمائی آج شریعت محمدیؐ ہمارے پاس ہے۔ اگر کوئی شریعت کے کسی ایک حکم کا انکار کرے گا تو وہ تمام احکام کے انکار کے مترادف ہوگا اور اسی وجہ سے اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ کیونکہ جب وہ ایک حکم کا انکار کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی اتھارٹی اور اختیار کا انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ﴾ (یوسف: 40) ”اختیار مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے۔“

دین کے احکامات میں سے کسی ایک کا انکار پورے دین کا انکار شمار ہوگا۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حاکم ہے اور اس کے حکم کا انکار اس کے دین کا انکار ہے۔ اسی لیے قرآن نے کئی جگہ یہ انداز اختیار کیا کہ فلاں قوم نے رسولوں کو جھٹلایا، ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک رسول کا جھٹلایا جانا سارے ہی رسولوں کے جھٹلانے کے مترادف ہے۔ آگے فرمایا:

﴿فَقَالُوْۤا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿٢٤﴾﴾ ”انہوں نے کہا: کیا ہم اپنے میں سے ہی ایک بشر کی پیروی کریں؟ پھر تو یقیناً ہم پڑ جائیں گے گمراہی میں اور آگ میں۔“ (القمر)

یہ قوموں کی ایک اور برائی کا بیان ہے کہ جن قوموں کی طرف رسول بھیجے گئے ان میں سے اکثر نے یہ اعتراض کیا کہ یہ تو ہمارے جیسا ہی انسان ہے۔ اس کا

مرتب: ابو ابراھیم

جواب مختلف پیرایوں میں، مختلف انداز میں، مختلف مواقع پر قرآن حکیم میں عطا کیا گیا۔ سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر زمین پر فرشتے رہتے ہوتے تو ہم فرشتوں کو ہی رسول بنا کر بھیجتے۔ یعنی انسانوں کے لیے انسان ہی نمونہ بن سکتا ہے جس کی پیروی کی جاسکتی ہے۔ اس لیے اللہ نے انسانوں کے لیے انسان ہی رسول بنا کر بھیجے۔ البتہ یہ ہے کہ رسول ہمیشہ اللہ کے منتخب کردہ لوگ ہوتے ہیں، اللہ ان کی تعلیم وتربیت کا خصوصی اہتمام کرتا ہے اور وہ گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ ان کا کردار ایسا ہوتا ہے تاکہ لوگ ان کی پیروی کرسکیں، ان پر اعتبار اور بھروسا کرسکیں اور ان سے تعلیمات حاصل کرکے ان کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ ورنہ اللہ کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیج دیتا تو انسانوں کو بہانہ مل جاتا کہ وہ تو فرشتہ ہے، اس کو نہ بھوک لگتی ہے، نہ پیاس لگتی ہے، نہ نیند آتی ہے۔ ہم انسان ہیں، ہماری سو ضروریات ہیں۔ اس کی پیروی کیسے کرسکتے ہیں؟ وغیرہ۔ دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ ہم جیسوں میں سے کسی کو کوئی فضیلت دے دی گئی۔ تیسرا اعتراض ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ یہ تو ایک عام سا بندہ ہے، اللہ تعالیٰ کسی سردار، صاحبِ منصب اور مالدار انسان کو چن لیتا۔ ایک عام انسان کو کیسے نبی مان لیں۔ یہی معاملہ کبھی معاشروں میں بھی پیش آجاتا ہے۔ عام طور پر لوگ کس بنیاد پر کسی کو فضیلت دیتے ہیں یا عزت دیتے ہیں۔ روپے پیسے کی بنیاد پر، جائیدادوں کی بنیاد پر، سرداری کی بنیاد پر اور منصب کی بنیاد پر۔ یہ مسئلہ ہمارے معاشرے کا بھی ہے اور یہ تعلیم ہمارے بھی سامنے رہنی چاہیے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ﴾ (الحجرات: 13) ”یقیناً تم میں سب سے زیادہ باعزت اللہ کے ہاں وہ ہے جو تم میں سب سے بڑھ کر متقی ہے۔“

اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ اللہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اللہ کے ہاں جس چیز کی قدر وقیمت ہے وہ تقویٰ ہے، وہ للّٰہیت ہے، وہ ایمان کی دولت ہے، وہ ہدایت پر ہونا ہے۔ اب آپ سوچئے کہ ایک طرف سیدنا بلال ؓ کھڑے ہوں اور برابر میں دوسری طرف ابولہب کھڑا ہو تو صاف ظاہر ہے، ہم سیدنا بلال ؓ کو پسند کریں گے۔ لیکن ہمارے معاشرے

کے جو معیارات ہیں، اگر ان معیارات پر حضرت بلال ؓ کو پرکھنے کی کوشش کریں تو نہ ان کے پاس مال تھا، نہ اونچا خاندان تھا، نہ کوئی منصب تھا۔ لیکن ان کے پاس ایمان کی دولت تھی جس کی بنیاد پر وہ ابولہب جیسے مالدار سرداروں پر بھی سبقت لے گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ سیدنا بلال ؓ کے قدموں کی آواز معراج کی شب جنت میں سنتے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر صحابہ کرام ؓ کی ایک بڑی جماعت حضور ﷺ کے ساتھ تھی لیکن خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہوکر اذان دینے کے لیے حضرت بلال ؓ کا انتخاب ہوا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے فضائل حضور ﷺ بیان فرماتے ہیں لیکن وہ بھی جب حضرت بلال ؓ کو دیکھتے تو فرماتے: ہمارے آقا بلال ؓ آ گئے۔ دین کا تقاضا اور اللہ کے نزدیک بزرگی کا اصل معیار یہ ہے۔

ہم مسجد کے ماحول میں بیٹھے ہیں، جمعہ کا خطبہ سن رہے ہیں۔ بڑا پاکیزہ، بڑا اچھا سا ماحول ہے۔ لیکن کیا مسجد کے باہر بھی ہمارے معمولات، رویوں میں یہی معیار چلتا ہے کہ ایمان والا ہے تو اس کی قدر و قیمت ہے؟ مسجد کو آباد کرنے والا ہے، دین کے لیے وقت دینے والا ہے تو اس کی قدر و قیمت ہے؟ اللہ کے احکامات پر عمل کرنے والا ہے تو اس کی قدر قیمت ہے؟ اللہ کے ہاں تو یہی معیار ہے۔ ہمارے معیارات کیا ہیں؟ یہی نا کہ جس کے پاس بڑی گاڑی ہے، بڑا عہدہ ہے، بڑا بینک بیلنس ہے، بڑی جائیداد ہے؟ یہ سب کچھ تو ابولہب کے پاس بھی تھا۔

سورۃ اللھب میں فرمایا:

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢﴾

”ٹوٹ گئے ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ کچھ کام نہ آیا اس کے اس کا یہ مال اور وہ کمائی جو اس نے کی ہے۔“

دنیا کے معیارات کے مطابق تو اُسے لاکھوں لوگوں پر فضیلت حاصل تھی لیکن اللہ کے نزدیک کیا ہے؟ قیامت تک اس پر لعنت ہی لعنت ہو رہی ہے۔ یہی دنیا پرستوں کی بھول ہے کہ وہ دنیا کی کامیابی کو ہی اصل کامیابی سمجھ بیٹھتے ہیں۔

اس ضمن میں ایک اور حساس موضوع بھی زیر غور ہونا چاہیے۔ ہمارے ہاں شادی بیاہ کے حوالے سے رشتہ طے کرنے کا موقع آتا ہے تو کیا دیکھا جاتا ہے؟ خوبصورتی، خاندان کا اونچا ہونا، مال، تعلیم، منصب وغیرہ۔ لڑکی ہے تو جہیز کتنا ہے؟ لڑکا ہے تو سیلری کتنی ہے؟ گاڑی ہے یا نہیں؟ الگ سے گھر ملے گا یا نہیں ملے گا۔ ہم ان چیزوں کو دیکھنے کی نفی نہیں کر رہے۔ ضرور دیکھا جاتا ہے لیکن کیا یہ معیار رسول اللہ ﷺ نے عطا کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ جب رشتے کا معاملہ طے کرتے ہیں تو چار چیزیں دیکھتے ہیں۔ 1۔ خوبصورتی، 2۔ خاندان، 3۔ مال، 4۔ سیرت (دینداری)۔ آپ ﷺ نے فرمایا؛ تم دینداری کو ترجیح دیا کرو۔

اسی طرح ہم دینی طبقے کا جائزہ لیں تو وہاں بھی معیارات بدلتے جا رہے ہیں۔ جو لوگ بھی دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو اخلاص پر قائم رکھے اور ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ عام معاشرہ کیا دیکھتا ہے کہ یہ تو سادے سے کپڑے میں آ گیا، اس کو تو انگریزی بولنی بھی نہیں آتی۔ یہ کیا بتائے گا ہمیں دین۔ کئی حلقوں سے یہ تقاضے آنے شروع ہو گئے ہیں کہ کپڑے اچھے ہوں، گیٹ اپ بھی متاثر کن ہونا چاہیے اور گاڑی بھی چمکتی ہو تو کیا ہی بات ہے ورنہ کہا جاتا ہے کہ آپ تو بڑے سادے کپڑوں میں آئے ہیں، آپ کا انداز تو متاثر کن نہیں ہے، یہاں تو بڑے لوگوں کو ہم نے بلا رکھا ہوا ہے۔

یہی مسئلہ سرکش اقوام کا پیغمبروں کے ساتھ بھی ہمیشہ رہا کہ یہ تو ہماری طرح کا ہی ایک انسان ہے، اس کی بات ہم کیسے مانیں؟ حالانکہ وہ اللہ کا منتخب اور چنا ہوا بندہ اور پیغمبر ہوتا ہے۔ یہی مسئلہ عمومی طور پر معاشروں میں

پریس ریلیز 20 اگست 2021ء

مغرب کا اصل مسئلہ افغان طالبان نہیں اسلام ہے

شجاع الدین شیخ

مغرب کا اصل مسئلہ افغان طالبان نہیں اسلام ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ کابل فتح کرنے کے بعد افغان طالبان کے عام معافی کے اعلان اور اِن واضح اعلانات کے باوجود کہ وہ عورتوں، اقلیتوں اور غیر ملکی سفارتی نمائندوں کے ساتھ اسلامی احکامات کے عین مطابق اچھا سلوک کریں گے۔ مغرب نے اُن کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈا کا طوفان اُٹھایا ہوا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ کابل کی فتح کے بعد حامد کرزئی انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار امریکہ اور مغرب بلاوجہ کئی لوگوں کو ہلاک اور زخمی کر چکے ہیں۔ اِس خونریزی پر بھی مغرب کا اصرار ہے کہ اُن کا تعلق مہذب دنیا سے ہے۔ افغان طالبان کے کوئی تنازعہ کھڑا نہ کرنے اور پُرامن رہنے کے باوجود مغرب اُن کو دھمکیاں دے رہا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ امتِ مسلمہ کو اب تو جاگ جانا چاہیے اور آگے بڑھ کر مغرب کے اِس جھوٹے پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دینا چاہیے۔ اُنھوں نے کہا کہ انڈونیشیا سے الگ کر کے مشرقی تیمور کو ایک عیسائی ریاست بنانے والا مغرب افغانستان میں ایک اسلامی ریاست کے قیام کے امکانات پر چیخ و پکار کیوں کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں وہ فنڈز جو ریاستِ افغانستان کی ملکیت ہیں اُنھیں بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے منجمد کر رہا ہے جو درحقیقت طاغوتی قوتوں کی طرف سے افغان طالبان کی حکومت کو ناکام بنانے کی ایک اوچھی کوشش ہے۔ افغان طالبان اللہ کی مدد اور نصرت سے اِس سازش کو بھی ناکام بنا دیں گے۔ ان شاء اللہ! اُنھوں نے کہا کہ پاکستان افغان طالبان سے ہر شعبہ میں تعاون کرے اور دنیا کے ہر فورم پر اُن کے حق میں آواز اُٹھائے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

بھی ہوتا ہے کہ یہ عام سا بندہ ہے یہ ہمیں دین سکھائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس معیار پر عمل کرنے کی توفیق دے جو معیار اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ﴾ (الحجرات:13) ''یقیناً تم میں سب سے زیادہ باعزت اللہ کے ہاں وہ ہے جو تم میں سب سے بڑھ کر متقی ہے۔''

قوم ثمود کا بھی یہی مسئلہ تھا۔ ''انہوں نے کہا: کیا ہم اپنے میں سے ہی ایک بشر کی پیروی کریں؟ پھر تو یقیناً ہم پڑ جائیں گے گمراہی میں اور آگ میں۔''

یعنی اگر ہم پیغمبر (جو ہمارے جیسا عام انسان ہے) کی مان لیں تو لوگ ہمیں دیوانہ کہیں گے اور ہم گمراہی میں چلے جائیں گے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون! یہ تو سرکش قوم کہہ رہی ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں بھی معیارات کیا ہیں، اعلیٰ ڈگری ہو، فلاں ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں کیا فرماتے ہیں:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ١﴾ (العلق: 1) ''پڑھیے اپنے اُس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔''

ڈگری اصل مسئلہ ہی نہیں ہے۔ جو بھی تعلیم ہو وحی کے تابع ہو تو وہ انسانیت کے لیے ہدایت ہے۔ ورنہ آج مسلم معاشروں میں بھی کبھی دینی احکامات پر انگلیاں اٹھتی ہیں کہ سود کے بغیر کیسے نظام چلے گا؟ تم عورت کے پردے کی بات کرتے ہو یہ کیا دقیانوسیت کی بات ہے؟ یہ تو تم پاگل قسم کے لوگ ہو، تم ہمیں پتھر کے زمانے میں لے جانا چاہتے ہو۔ شریعت نے کچھ سزاؤں کا بھی حکم دیا ہے اور بہر حال وہ شریعت کا تقاضا ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ یہ کیا تم وحشیانہ قسم کی باتیں تم کرتے ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! سزائے موت آج بھی دنیا میں سب سے زیادہ چین میں دی جاتی ہے۔ وہاں کسی کو اعتراض نہیں لیکن مسلمان قصاص کے حکم کے نفاذ کا مطالبہ کرے تو کہتے ہیں کہ بڑی وحشیانہ سزاؤں کی بات کرتے ہیں۔ صدیوں پرانی اقوام کا تذکرہ قرآن پاک کر رہا ہے لیکن ریفلیکشن آج بھی ہمیں نظر آجائے گی، اس حرکت کا عکس آج بھی ہمیں دنیا میں نظر آئے گا۔ آگے ارشاد ہوا:

﴿ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ٢٥﴾ (القمر:25) ''کیا یہ ذکر ہمارے مابین اسی پر اتارا گیا ہے؟ بلکہ یہ انتہائی جھوٹا اور شیخی خورا ہے۔''

قوم ثمود کے یہ الفاظ اللہ نے نقل کیے ہیں کہ وہ پیغمبر کو کہہ رہی ہے کہ یہ جھوٹا اور شیخی خورا ہے۔ اتنے شدید ترین الفاظ ان اقوام نے رسولوں کے لیے استعمال کیے۔ حالانکہ رسول معصوم ہیں اور اللہ کے چنے ہوئے پسندیدہ بندے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگ علماء، اساتذہ اور بزرگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ لوگوں نے ان کی قدر نہیں کی۔ کچھ کہتے ہیں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی قدر نہیں کی۔ کسی نے بڑا اچھا جواب دیا کہ لوگوں نے نبیوں کی قدر نہیں کی تو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کیا حیثیت ہے۔ نبیوں سے بڑھ کر کسی کا کردار پاکیزہ نہیں، نبیوں سے بڑھ کر کسی کی دعوت حق والی دعوت نہیں، نبیوں کی محنت سے بڑھ کر کسی کی محنت نہیں۔ اعلیٰ ترین کردار، بہترین دعوت اور شدید ترین مشقتیں جھیلنا اور بھرپور محنت کرنا، کوئی کمی نہ چھوڑنا صرف پیغمبروں کا وصف رہا لیکن لوگوں نے اتنا ہی انہیں پریشان کیا۔ آج بھی جو لوگ دین کی دعوت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، انہیں پریشان کیا جاتا ہے۔ طنز کیا جاتا ہے، فقرے کسے جاتے ہیں کہ مولوی ہو گیا ہے۔ افغانستان میں سارے مولوی آج کل آپ کو نظر آرہے ہیں کسی کا نام ملا، کسی کا نام مولوی اور ساری دنیا نے مل کر اپنی ساری ٹیکنالوجی وہاں پر کھپا دی لیکن پھر بھی وہاں سے بھاگنا پڑا۔ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ کے ہاں معیار کیا ہے؟ اسی طرح لوگوں نے نبیوں کے بارے میں کیا کچھ کہہ دیا۔ لہٰذا دین کی دعوت کے لیے کھڑے ہونے والوں کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ان کی نسبت پیغمبروں سے ہوتی ہے جب لوگ پریشان کرتے ہیں۔ ہمارا کردار تو پیغمبروں جیسا ہو ہی نہیں سکتا اس کے باوجود اللہ کے دین کے لیے اگر کڑوی کسیلی سننا پڑ جائے تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے تھے کہ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہمارے ماتھے پر ابھی کسی نے چنے کا دانہ بھی نہیں پھینک مارا۔ اور امام الانبیاء ﷺ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑی ذات محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ طائف میں کیا ہوا ہے۔ مقدس ترین خون اللہ کی راہ میں بہا ہے، اور اللہ نے بہنے دیا ہے، کبھی سوچا ہم نے کہ اللہ علیٰ کل شی قدیر ہے؟ کیا اللہ نے فرشتے کو نہیں بھیجا تھا کہ اگر آپ ﷺ چاہیں تو ہم طائف والوں کو پیس دیں اور کیا اس سے پہلے کچھ قوموں کو اللہ نے نہیں پیسا؟ مگر اللہ نے مقدس خون طائف میں کیوں بہنے دیا؟ اس لیے کہ دعوتِ دین کا کام تو قیامت تک چلے گا۔ کل کوئی امتی کھڑا ہو کر یہ نہ کہے کہ بڑے مشکل حالات ہیں، دین کا کام کیسے کریں؟ بڑا ڈر لگتا ہے، کوئی پتھر نہ مار دے، کوئی گالی نہ دے دے۔ اسی لیے اللہ نے آپ ﷺ کو اُمت کے لیے اُسوۂ حسنہ بنایا تا کہ ہر ایک کے لیے حجت قائم ہو جائے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:21) ''(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے۔''

یہ آیت کریمہ سورۃ الاحزاب میں آئی ہے۔ اسے غزوۂ احزاب (غزوۂ خندق) کی نسبت سے الاحزاب کہا گیا۔ غزوۂ خندق میں محمد مصطفی ﷺ نے خود کدال چلائی، خود چٹانیں توڑیں اور اپنے صحابہؓ کے شانہ بشانہ خندق کے تیاری میں حصہ لیا۔ بھوک کی شدت کی وجہ سے ایک صحابی نے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ سارے پس منظر کو قرآن تبصرے کے ساتھ سورۃ الاحزاب میں بیان فرما رہا ہے۔

یہ نمونہ صرف داڑھی کے لیے، مسواک کے لیے، صرف ٹوپی کے لیے، مردوں کا ٹخنوں کا کھلا رکھنے کے لیے نہیں ہے۔ بعض لوگوں کو صرف میٹھے کی سنت پسند ہے، کچھ خوشبوؤں کی سنت کو پسند کرتے ہیں تو دس ہزار کی برینڈڈ خوشبو لگ رہی ہے۔ کچھ لوگ عمامہ شریف پسند کرتے ہیں اور دس دس ہزار کے برینڈڈ عمامے آرہے ہیں۔ مگر کیا سنت کا پیکیج ان چند اعمال تک محدود ہے؟ طائف کی سنت، ہجرت کی رات کی سنت، کبھی بدر اور احد کے میدان کی سنت، کبھی فاقوں کی سنت، کبھی پیٹ پر پتھر باندھنے کی سنت بھی کیا اُمت کو یاد ہے؟ کسی بزرگ صاحب علم نے بہت خوبصورت کہا کہ چلو ایسے سمجھ لو کہ مسواک کرنا ہے، چلو کبھی طائف کی گلیوں میں (یعنی دعوت کے میدان میں) جا کر بھی کرو نا۔ خوشبو لگانی ہے تو کبھی احد (جہاد) کے میدان میں جا کر لگانی پڑے گی نا۔ بہرحال سنت کا یہ پورا پیکج سامنے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

انتہا پسند ہندوتوا کا اکھنڈ بھارت کا دعویٰ تاریخ کے ساتھ سب سے بڑا اور بھونڈا مذاق ہے۔ کیونکہ اکھنڈ بھارت نام کی کوئی شے تاریخ میں موجود نہیں رہی۔ ہندوستان کو اگر کسی نے متحد کیا تو وہ مسلمان تھے یا پھر انگریز: ایوب بیگ مرزا

پاکستان اس نعرے کی بنیاد پر بنا تھا کہ ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ''۔ لیکن بدقسمتی سے ہم بحیثیت قوم اپنی اس منزل کی جانب محوسفر نہیں ہیں۔ اگر ہم نے اپنی یہ روش نہ بدلی تو قدرت نے جو مواقع ہمیں دیے ہیں وہ بھی چھن جائیں گے: خالد محمود

میزبان: ڈاکٹر حسیب اسلم

قیام پاکستان کا مقصد اور آج کا پاکستان کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

سوال: قائداعظمؒ نے فرمایا تھا کہ جب پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا پاکستان اسی وقت وجود میں آ گیا تھا؟ اس سے کیا مراد ہے؟

خالد محمود: یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس بات میں بہت وزن ہے۔ اگر غور کیا جائے تو قائداعظم یہ پیغام دے رہے ہیں کہ یہ کوئی نمبر گیم نہیں ہے۔ ہمارا اسلام ایک دین ہے، ایک نظام کا نام ہے، ایک ثقافت اور طرز زندگی کا نام ہے۔ چاہے دس کروڑ آبادی کا ملک ہو اگر اس میں ایک بھی مسلمان آئے گا تو اس مسلمان کا رہن سہن، عقیدہ اس دس کروڑ آبادی کی طرح نہیں ہوگا بلکہ اس میں فرق ہو گا۔ یعنی وہیں سے دوقومی نظریے کی بنیاد پڑ جائے گی۔ اصل میں قائداعظم ہندو اکثریت کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ جب پہلا مسلمان یہاں آیا تھا تو اسی سے پاکستان کے قیام کی ابتدا ہو گئی تھی۔

سوال: بھارت کی موجودہ مودی حکومت اکھنڈ بھارت کا نعرہ لگاتی ہے۔ اکھنڈ بھارت سے کیا مراد ہے؟

ایوب بیگ مرزا: بھارت کا یہ دعویٰ کہ ہم اکھنڈ بھارت قائم کریں گے تاریخ کے ساتھ بہت بڑا اور بھونڈا مذاق ہے۔ اس لیے کہ ہندو آج تک کبھی بھی پورے ہندوستان پر حکومت نہیں کر سکا۔ ہندو اشوکا دی گریٹ کا نعرہ لگاتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ پہلے وہ ہندو تھا لیکن جب وہ بہت بڑا شہنشاہ بنا اور بڑی ریاست قائم کی تب وہ ہندو نہیں تھا بلکہ وہ خود اور اس کی پوری ریاست بدھ مت کے پیروکار تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ پورے ہندوستان کا بادشاہ نہیں تھا۔ دکن، جنوبی ہند، شمال مشرقی ہند، سری لنکا، مغربی پنجاب اور سندھ، بلوچستان سمیت بڑے بڑے خطے اس کی ریاست سے باہر تھے۔ یہ 250 قبل مسیح کی بات ہے جب اس کی ریاست اپنے عروج پر تھی۔ یعنی وہ بھی پورے ہندوستان پر حکومت نہیں کر سکا۔ پورے ہندوستان پر اگر حکومت کی ہے تو وہ یا تو مغلوں نے کی ہے یا پھر انگریزوں نے۔ اس سے پہلے کبھی بھی

مرتب: محمد رفیق چودھری

بھارت متحد نہیں تھا۔ پہلی صدی سے لے کر بارہویں صدی تک یہاں ھنوں اور گجروں نے حکومت کی جو وسطی ایشیا سے آئے تھے۔ ان کے کچھ حکمران خاندان بعد میں ہندو بھی ہو گئے لیکن انہوں نے بھی کبھی ہندوستان کو متحد نہیں کیا بلکہ الگ الگ راجواڑوں میں ہندوستان بٹا رہا۔ لہٰذا ہندوؤں کا اکھنڈ بھارت کا دعویٰ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ پھر ہندوستان کے شمال مغربی پہاڑی سلسلہ کو کوہ ہندوکش کہا جاتا تھا، آج بھی اس پہاڑی سلسلے کا یہی نام ہے۔ اسے کوہ ہندوکش اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ وہ پہاڑی سلسلہ ہے جہاں سے بہت سے قبائل آئے جنہوں نے ہندوؤں کو مارا۔ ادھر سے ہی غزنوی، غوری، خاندان غلاماں، تغلق اور مغل آئے انہوں نے ہندوؤں کی اچھی خاصی درگت بنائی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مختلف علاقوں میں ہندو راجے حکمران تھے لیکن باقی ہندو قوم تو زمین پر گری پڑی تھی۔ جو بھی طاقتور آتا اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ ان کی یہ حیثیت تھی۔ آج کا انتہا پسند ہندو اکھنڈ بھارت میں برما، سری لنکا، نیپال، بھوٹان، مالدیپ وغیرہ سب کو شامل کر رہا ہے۔ حالانکہ ایسا دعویٰ کرنا جس کا تاریخ سے کوئی تعلق واسطہ ہی نہ ہو اور جس سے آپ کبھی گزرے ہی نہ ہوں، سوائے مذاق کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

اٹھارویں صدی میں یورپ اور مغرب میں جمہوریت کا غلغلہ ہو گیا تھا لیکن انیسویں صدی میں جمہوریت نے انڈیا میں بھی پاؤں پھیلائے۔ اس وقت مہاتما گاندھی جیسے عیار اور چالاک شخص نے یہ سمجھ لیا کہ اگرچہ ہندو آج تک پورے ہندوستان پر حکومت نہیں کر سکے لیکن آنے والے وقت میں جب جمہوریت اور ون مین ون ووٹ کا تصور ہوگا تو ہندوؤں کو چانس مل سکتا ہے کہ وہ سارے ہندوستان پر حکومت قائم کریں۔ اس کے بعد انہوں نے انگریزوں کے خلاف ہندوستان چھوڑ دو تحریک کا آغاز کیا۔ اس لیے گاندھی کہتا تھا کہ پاکستان میری لاش پر بنے گا کیونکہ اسے پتا تھا کہ اگر پاکستان بن گیا تو ہندو کا پورے ہندوستان پر حکومت کا خواب پورا نہیں ہوگا۔ لیکن اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی۔ اب یہ اکھنڈ بھارت کی خواہش بھی پوری نہیں ہوگی کیونکہ اب انڈیا کا ہمسایہ چین آ گیا ہے جو اس کے پر کاٹ رہا ہے اور اس کے علاقوں پر قبضہ رہا ہے۔ لہٰذا کوئی توقع نہیں ہے کہ اکھنڈ بھارت بن سکے۔ البتہ خواہشات اور نعروں پر کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

سوال: بانیانِ پاکستان کے آزادی سے پہلے اور بعد کے بیانات کو دیکھیں تو صاف نظر آتا ہے کہ ان کے نزدیک پاکستان کا اصل مقصد اسے اسلام کا قلعہ اور خلافت راشدہ کے نظام کے لیے ایک تجربہ گاہ بنانا تھا تو یہ

بتائیے کہ ہم اس مقصد سے دور کیوں ہوتے چلے گئے؟

خالد محمود: جو طاقتور نظریہ ہوتا ہے اس نظریے پہ مبنی ریاست بھی بنتی ہے، معاشرہ بھی بنتا ہے۔ اسلام کی ابتدا میں وحی مکہ میں نازل ہونا شروع ہوئی لیکن ریاست اور معاشرہ مدینہ میں جا کر قائم ہوئے۔ یعنی ریاست اور معاشرے کے بغیر اس دین کے قائم ہونے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ انفرادی طور پر انسان کسی نظریے کو مانتا ہے اور اس کا پابند ہو سکتا ہے لیکن اجتماعیت تو انتہائی ضروری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری سوچ یہ تھی کہ ہم (مسلمان) ایک علیحدہ قوم ہیں اور قوم کو اپنے لیے وطن چاہیے جہاں ہم اپنے نظریات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ چنانچہ اس نعرے کے تحت ہم آگے بڑھے، باوجود اس کے کہ اس نعرے کے پیچھے سیاسی سوچیں بھی تھیں اور اقتصادی خدشات بھی تھے لیکن نعرہ یہ تھا کہ ’’پاکستان کا مطلب کیا: لاالٰہ الا اللہ!‘‘ اور یہی نعرہ پوری قوم کو سب سے زیادہ متاثر کر گیا۔ قائداعظم کی بے شمار تقریریں ہیں جن میں انہوں نے کہا کہ ہم ایک اسلامی ریاست قائم کرنے جا رہے ہیں۔ لیکن اب تک ہم اس کو اسلامی ریاست کیوں نہ بنا سکے یہ اصل سوال ہے؟ اصل میں اس وقت تو ہم نے نعرہ لگایا، لوگوں نے اس کو قبول بھی کیا۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد اس حوالے سے کوئی تربیت کا بندوبست نہیں کیا گیا بلکہ انگریز کا ترتیب دیا ہوا نظام ہی لے کر ہم آگے چلے۔ انیسویں صدی کے آخر میں مسلمانوں میں دو واضح سوچیں سامنے آئی تھیں۔ ایک طرف دیوبند کی تحریک تھی جس میں انہوں نے دینی درسگاہ قائم کی تا کہ مسلمانوں کو اپنے بنیادی عقائد، قرآن وحدیث کی تعلیمات کا پتا ہو۔ لیکن اس کے برعکس دوسری سوچ سرسید احمد کی سامنے آئی کہ اسلام کی بنیادی تعلیمات بھی ضروری ہیں لیکن ہم دنیا سے کٹ کر بالکل نہیں رہ سکتے بلکہ ہمیں جدید علوم بھی سیکھنے ہیں، جدید زبان بھی سیکھنی ہے۔ اس کے لیے پھر علی گڑھ کا پروگرام بنا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ دونوں ادارے نہ ہوتے تو وہ نوجوان تیار ہو ہی نہیں سکتے تھے جو مسلم لیگ کے سپاہی بنے جن کی شبانہ روز محنت سے پاکستان کا وجود عمل میں آیا۔ جب پاکستان قائم ہوا تو اس کے بعد اسی محنت کا تسلسل قائم رہنا چاہیے تھا لیکن وہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد ہمیں سوچنا چاہیے تھا کہ اب ہم نے اپنے ملک کو اسلامی کیسے بنانا ہے، اسلامی ریاست کے خدوخال کیا ہوں گے؟ 1949ء میں ہم نے قرارداد مقاصد پاس کی لیکن اس کے بعد ہم ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے۔ ہماری اکثریت تن آسان تھی۔ مسلمان بننا اتنا آسان نہیں ہوتا کہ کلمہ پڑھ لیا تو بس اب کام ختم۔ قرآن کو پڑھیں تو پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو آزماتا ہے کہ انہوں نے جو عہد کیا ہے اس پر وہ پورے بھی اُترتے ہیں یا نہیں۔ ہم نے جس عہد کے ساتھ ملک حاصل کیا تھا وہ عہد ہم نے پورا نہیں کیا۔

سوال: پاکستان کی 74 سالہ تاریخ میں 3 جمہوری اور 3 آمرانہ ادوار گزر چکے ہیں اور اب چوتھا جمہوری دور جاری ہے، ان ادوار میں ہم نے قومی سطح پر اور پاکستان کے قیام کے مقصد کے حوالے سے کیا کھویا کیا پایا؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان کے قیام کی دو بنیادیں بتائی جاتی ہیں۔ ایک دینی جماعتیں ہیں جو لاالٰہ الا اللہ کو پاکستان کے قیام کی بنیاد بناتے ہیں۔ دوسرا طبقہ کہتا ہے اصل میں ہندوؤں کے سیاسی و معاشی استحصال سے بچنے کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا۔ وہ کہتے ہیں ہم نے مسلمانوں کا ملک بنایا تھا اسلامی ملک نہیں بنایا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان بننے کی ایک وجہ معاشی استحصال بھی تھا۔ جس کی واضح مثال 1937ء کے انتخابات کے بعد کانگریس کی استحصالی پالیسیاں تھیں۔ اس کے ردعمل میں دو کام ہوئے۔ ایک 1940ء کو قرارداد پاکستان منظور ہوئی اور دوسرا ’’پاکستان کا مطلب کیا: لاالٰہ الا اللہ‘‘ کا نعرہ بھی لگ چکا تھا۔ کچھ لوگ بالکل ٹھیک کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں نے پاکستان بنایا۔ یعنی مسلمانوں سے اتنا بدتر سلوک کیا کہ جو لوگ نہیں بھی چاہتے تھے یا شروع میں اس طرف راغب نہیں بھی تھے انہوں نے بھی سمجھا کہ اگر ہندوستان متحد رہا تو ہندو ہم پر ظلم کے پہاڑ توڑے گا۔ یہی قیام پاکستان کے لیے فیصلہ کن موڑ تھا۔ اس سے پہلے تو قائداعظم ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے رویوں سے اتنے مایوس ہو گئے تھے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر لندن شفٹ ہو گئے تھے۔ پھر جب علامہ اقبال دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے تو وہاں انہوں نے قائداعظم کو راضی کر لیا کہ جب تک آپ آزادی کے نعرے کو اسلامائزیشن کے ساتھ منسلک نہیں کریں گے اس وقت تک تحریک میں جان نہیں آئے گی۔ چنانچہ اس کے بعد قائداعظم واپس آئے اور پھر یہ نعرہ لگا کہ ’’پاکستان کا مطلب کیا: لاالٰہ الا اللہ۔‘‘

حقیقت یہ ہے کہ ہندو مسلم تقسیم اتنی گہری تھی کہ پانی پینے کی جگہیں بھی الگ الگ تھیں۔ ہندو مسلمانوں سے اپنی نفرت کا اظہار کھلم کھلا کرتے تھے۔ مسلمان جس چیز کو چھو لیتا تھا ہندو اس کو ناپاک سمجھ کر پھینک دیتا تھا۔ اس کے نتیجے میں مسلمان متحرک ہوئے ان میں جذبہ پیدا ہوا۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ ہم انگریزوں کی غلامی سے نکل کر ہندوؤں کی غلامی میں آ جائیں گے۔ اسی سوچ نے پاکستان بنایا۔ لیکن پاکستان کا بنانا اس لحاظ سے آسان تھا کہ ہندو نے کانگریس کو اور مسلمان نے مسلم لیگ کو ووٹ دیا تو فیصلہ ہو گیا۔ صرف ووٹ دینے کے لیے حقیقی مسلم والے کردار کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن پاکستان کو اسلامی ملک بنانے کے لیے واقعی اسلامی کردار کی ضرورت تھی جس میں سچا ایمان ہو، اللہ سے تعلق ہو، دین سے وفاداری ہو لیکن عملاً ہمارے اندر وہی افسر شاہی باقی رہی۔ کرپشن، بے ایمانی، جھوٹ، ملاوٹ سب کچھ چلتا رہا۔ بدقسمتی سے پاکستان بننے کے بعد قائداعظم بیماری کی وجہ سے زیادہ متحرک نہ رہ سکے اور قائداعظم کے بعد پاکستان پر سیکولر طبقہ کا قبضہ ہو گیا جو اسے اسلامی ملک بنانا ہی نہیں چاہتا تھا۔ جب قرارداد مقاصد پاس ہوئی تو ہماری پارلیمنٹ کے کچھ شرفاء نے کہا تھا کہ آج دنیا کے سامنے ہمارا سر شرم سے جھک گیا ہے۔ ایسے لوگ مسلم لیگ کو دوسری طرف لے جانا چاہتے تھے۔ البتہ لیاقت علی خان نے اس حوالے سے مخلصانہ کوشش کی۔ پھر 31 علماء نے جو 22 نکات پیش کیے انہوں نے اسلام کی طرف بڑی راہنمائی کی اور صحیح معنوں میں انہوں نے پاکستان کے حکمرانوں پر حجت قائم کر دی کہ اب تمہارا پاکستان کو اسلامی ریاست نہ بنانا تمہارے لیے بہت بڑا جرم بن جائے گا۔ لیکن لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد ہماری وہ گاڑی جو نظریۂ پاکستان کی راہ پر چل رہی تھی اس کو ریورس گیئر لگ گیا اور ہم سیکولرازم کی راہ پر چل پڑے۔ اگرچہ نظری طور پر ہم اسلام کے تمام شعائر کو مانتے ہیں لیکن عملی طور پر ہم سیکولر ہیں۔ لہٰذا عملی طور پر جو بھی کام ہو رہے ہیں وہ ہمیں سیکولرازم کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر ہم اپنی بنیاد

سے ہٹ کر کوئی عمارت تعمیر کرتے ہیں تو وہ عمارت کبھی بھی مستحکم نہیں ہوگی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہوا کے تھپیڑے ہمیں کبھی ادھر لے جاتے ہیں اور کبھی ادھر لے جاتے ہیں۔ ہمارا کوئی مضبوط موقف نہیں ہے کیونکہ ہم اپنی اصل بنیاد کو چھوڑ چکے ہیں۔

سوال: اس وقت پاکستان جہاں کھڑا ہے آپ پاکستان کا مستقبل کیا دیکھتے ہیں؟ کیا پاکستان اپنے مقصد سے قریب ہو رہا ہے یا مزید دور؟

خالد محمود: اگر آپ منزل کی طرف محو سفر ہوں، چاہے وہ سفر آہستہ ہی کیوں نہ ہو مگر آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے منزل کی جانب دو قدم اُٹھا لیے ہیں۔ بدقسمتی سے بحیثیت پاکستانی قوم ہم منزل کی جانب سفر ہی نہیں کر رہے۔ پاکستان کا قیام کوئی آسان کام نہیں تھا بلکہ یہ تو ایک معجزہ تھا۔ انگریز اور ہندو دونوں نہیں چاہتے تھے کہ تقسیم ہو اور نہ ہی دوسری اقلیتوں کی دلچسپی تھی کہ پاکستان بن جائے۔ پھر مسلمانوں میں کافی سارے لوگ تھے جو نہیں چاہتے تھے کہ پاکستان بنے۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ میں ریفرنڈم کروانا پڑا، آسام اور سلہٹ میں رائے شماری ہوئی۔ لیکن پاکستان بن گیا جو بہت بڑا معجزہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس نعرے کا جواب دیا کہ ’’پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ‘‘۔ اس کے بعد ہم پر بھی فرض تھا کہ ہم اس نعرے کے تقاضے پورے کریں اور عملی طور پر مسلمان بن کر دکھائیں۔ بجائے اس کے ہم نے کہیں بھی اسلام کو لانے کی شعوری کوشش نہیں کی۔ کچھ دینی جماعتوں نے اس حوالے سے آواز اُٹھائی لیکن عوامی سطح پر کوئی آواز نہیں اُٹھائی گئی۔ ہمارے سیاستدان، کاروباری طبقہ، اشرافیہ اور اسٹیبلشمنٹ کی اس جانب کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جب یہ صورتحال ہوگی تو پاکستان کا مستقبل کیا ہوگا؟ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بہت رحیم ہے بہت کریم ہے، وہ ہمیں زیادہ سے زیادہ موقع دینا چاہتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہم نے جو نعرہ لگایا تھا کیا ہم اس کو عملی جامہ پہنائیں گے؟ اللہ کو سب علم ہے لیکن آخر ہمارے خلاف فردِ جرم بھی تو بننی ہے۔ اگر ہم خدانخواستہ عمل نہیں کرتے تو اللہ ہمیں سزا دینا تو نہیں چاہتا بلکہ اللہ چاہتا ہے کہ یہ میرا کلمہ پڑھتے ہیں، میرے رسول کا کلمہ پڑھتے ہیں تو یہ اس راستے پر چلیں۔ لہٰذا ہمیں مواقع ملیں گے۔ ہمارے لیے 1971ء کا سانحہ کتنا بڑا تھا جس کے نتیجے میں ملک تقسیم ہوگیا لیکن اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھئے کہ دوقومی نظریہ اسی طرح قائم ہے کیونکہ بنگالیوں نے خود کو ہندوستان میں ضم نہیں کیا بلکہ وہ ان سے علیحدہ ہی رہے۔ مغربی پاکستان بھی بچ گیا اور پہلے سے کچھ نہ کچھ بہتری اس طرح آئی ہے کہ ہم ایک اچھی عسکری قوت بنے ہیں۔ ایٹمی طاقت بننا کوئی عام کام نہیں تھا۔ ہماری ایک پروفیشنل فوج ہے جو کم ازکم اس قابل ہے کہ اپنے سے پانچ گنا بڑے ملک کا مقابلہ بھی کر سکتی ہے۔ پھر ہماری جغرافیائی پوزیشن ایسی ہے کہ ہم دنیا کے کئی ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کر کے اپنا مستقبل بہتر بنا سکتے ہیں۔ اقتصادی مواقع ہمارے پاس ہیں، صلاحیت بھی موجود ہے صرف نصب العین کی کمی ہے۔ اگر خدانخواستہ ہم غفلت کی روش کو نہیں چھوڑتے تو قدرت نے جو مواقع ہمیں دے رکھے ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں اور پرانی قوموں کا انجام ہمارے سامنے ہے۔

سوال: موجودہ دور میں پاکستان کو جو حالات درپیش ہیں اُن کو سامنے رکھتے ہوئے بتائیے کہ قیام پاکستان کے مقصد کی تکمیل کے لیے عوام، علماء، سیاسی جماعتوں اور بالخصوص حکمرانوں کے کرنے کا اصل کام کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ہمیں دعا اور دوا دونوں کرنے کی ضرورت ہے۔ پہلے تو ہم اپنا رُخ درست کریں۔ ہم نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ اے اللہ! تو ہمیں ایک خطہ زمین عطا فرما دے، ہم اس خطہ زمین میں تیرا دین نافذ کریں گے اور ایک اسلامی ریاست بنائیں گے۔ اگر ہم نے سیکولرازم کو ہی چلانا ہوتا تو ہندوؤں کے ساتھ رہنے میں کیا حرج تھا۔ ہمارے پاس بڑی مارکیٹ ہوتی، ہمارے پاس زیادہ نوکریوں کے مواقع ہوتے لیکن اصل بات یہ تھی کہ ہمارا نظریہ مختلف تھا، ہمارا طرز حیات مختلف ہے اور اللہ اور رسول ﷺ نے ہمیں ایک مکمل نظام حیات دیا ہے، اس کو قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے قرآن پاک کی بنیاد پر ایک دعوت اٹھے، تحریک اٹھے جو لوگوں کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ و رسول ﷺ کا راستہ صحیح معنوں میں دکھائے کہ ایک مسلمان کو انفرادی سطح پر کن اوصاف کا مالک ہونا چاہیے اور ایک مسلمان کو اجتماعی سطح پر کیا کرنا چاہیے۔ ایک پاکستانی مسلمان کے کردار کی تین سمتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک انفرادی، دوسری قومی اور تیسری دین کے حوالے سے۔ آپ غور کریں کہ نہ ہم نے قومی سطح پر کچھ کردار ادا کیا اور نہ ہی دینی سطح پر کچھ کیا۔ البتہ اپنی ذاتی سطح پر محنت کی، نتیجہ یہ نکلا کہ ہم سائیکل سے پراڈو پر آ گئے۔ یعنی جس سمت ہم نے محنت کی اللہ نے ہماری محنتوں کو قبول کیا۔ ہم نے ذاتی سطح پر کافی ترقی کی۔ اسی طرح اگر ہم قومی سطح پر محنت کرتے تو ہماری قوم آج ایک مضبوط قوم ہوتی۔ پھر سب سے اعلیٰ سطح دینی سطح ہے۔ ہم کوشش کرتے کہ پاکستان میں ایک صالح معاشرہ قائم ہو جائے، ایسا معاشرہ جو عدل کی بنیاد پر قائم ہو، جو حق کو حق جانے، جو امانت اور خیانت میں فرق کرے۔ جو صحیح اور غلط کو سمجھے اور ہر شخص اپنی دنیا کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت کا سوچتا اور دین کا راستہ اختیار کرتا، اللہ و رسول ﷺ کا بتایا ہوا راستہ اختیار کرتا تو یقینی طور ہم پر دینی سمت میں بھی آگے ہوتے۔ پھر ہماری آخرت بھی سنور جاتی تھی اور دنیا میں ہم ترقی کرتے۔ جیسے حضرت عمر ؓ کا دور تھا۔ تب پاکستان بھی مضبوط ہوتا۔ ۞۞۞

قارئین پروگرام ’’زمانہ گواہ ہے‘‘ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

☆ جنوبی پنجاب کے ناظم دعوت جناب محمد سلیم اختر کی والدہ شدید بیمار ہیں۔

برائے بیمار پرسی: 0300-6356139

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

ضرورت رشتہ

☆ آزاد کشمیر کی اعوان فیملی سے تعلق رکھنے والی بچی، عمر 28 سال، تعلیم الیکٹریکل انجینئر کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-7879787

حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا

فرید اللہ مروت

وہ شخصیات جنہوں نے حضور ﷺ کی شفقتوں اور فیضِ صحبت سے وافر حصہ پایا ان میں سے ایک نام آپ ﷺ کی چچا زاد بہن حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا بھی ہے۔ اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

نام ونسب اور شادی

حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا کا نام فاختہ (کچھ نے ہند بھی لکھا ہے) تھا، لیکن اپنی کنیت سے مشہور ہوئیں۔ والد، جناب ابوطالب اور والدہ، جلیل القدر صحابیہ حضرت فاطمہؓ ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عقیلؓ کی حقیقی بہن ہیں۔ اُن کی شادی بنو مخزوم کے ایک نوجوان، ہبیرہ بن ابی وہب سے ہوئی۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابوطالب کو اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا تھا، جس پر ابوطالب نے کہا ”بھتیجے! مَیں بنومخزوم کو زبان دے چُکا ہوں۔ قریبی قرابت داری کی بنا پر اب اُنہیں منع کرنا مناسب نہ ہوگا“ (طبقات ابنِ سعد 8/343)۔ یہ حضور ﷺ کی سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی سے پہلے کی بات ہے۔

قبولِ اسلام

حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا کے بارے میں مشہور ہے کہ اُنہوں نے فتحِ مکّہ کے موقعے پر اسلام قبول کیا، جب کہ اُن کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دو حقیقی بھائی، حضرت سیّدنا علی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما سابقون الاوّلون میں سے تھے۔ آنحضرت ﷺ سے اُن کی والہانہ محبت اور حالات وواقعات سے پتا چلتا ہے کہ اُنہوں نے بھی ابتدائی دنوں ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا، لیکن اُن کا شوہر ہبیرہ اور سسرال اسلام کے شدید مخالف تھے، چنانچہ گھر کے اسلام دشمن ماحول کی وجہ سے اُنہوں نے قبولِ اسلام کا اعلان فتحِ مکّہ کے موقعے پر کیا۔ یہ وہ وقت تھا، جب حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا کا شوہر اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر نجران بھاگ گیا اور پھر اُس کا کچھ پتا نہیں چلا۔

حضور ﷺ سے محبّت وعقیدت

ابھی حضور ﷺ کی عُمر مبارک صرف آٹھ برس ہی تھی کہ موت کا فرشتہ شفیق دادا، جناب عبدالمطلب کی رُوح قبض کرنے آپہنچا۔ دادا نے یتیم پوتے کا ہاتھ جناب ابوطالب کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا ”اپنے مرحوم بھائی، عبداللہ کے بیٹے کی سرپرستی اور حفاظت کی تمام تر ذمّے داری اب تم پر ہے۔“ ابوطالب معصوم بھتیجے کو گھر لے آئے، جہاں چچا، ابوطالب اور اُن کی اہلیہ فاطمہؓ بنتِ اسد نے آنحضرت ﷺ پر اپنی محبّتوں اور چاہتوں کے تمام پھول نچھاور کرکے رہتی دنیا تک کے لیے ایک لازوال مثال قائم کردی۔

ابوطالب کثیر العیال تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد کے بطن سے چار بیٹے اور تین بیٹیاں عطا کیں۔ آنحضرت ﷺ کے اپنے حقیقی بہن، بھائی تو نہ تھے، لیکن خاندانِ ابوطالب کے بچّے حقیقی بہن، بھائیوں ہی کی طرح تھے۔ آپ ﷺ کو اپنی چچازاد بہنوں میں سے سب بڑی، اُمِ ہانیؓ سے ایک ہی گھر میں پرورش پانے کی وجہ سے زیادہ انسیت تھی۔ خود اُمّ ہانیؓ بھی آپ ﷺ سے والہانہ محبت کرتی تھیں، جو زندگی کی آخری سانسوں تک قائم رہی۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کے 17 برس خانوادۂ ابوطالب کے درمیان گزارے۔

بعثت کے ابتدائی دنوں میں حضور ﷺ دو مقامات پر اکثر تشریف لے جاتے تھے۔ ایک کوہِ صفا کے دامن میں واقع گھر ”دارِارقم“، جو ابوجہل کے بھتیجے، حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا۔ یہ مسلمانوں کا پہلا اسلامی مرکز اور دینی درس گاہ تھی، جب کہ دوسرا گھر آپؐ کی چچازاد بہن اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا کا تھا۔

اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا کا شوہر، ہبیرہ اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ اپنی شاعری میں مسلمانوں کی ہجو کرتا اور اُنہیں نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا، لیکن اِس سب کے باوجود یہ شخص ابوطالب کے بچّوں کے آنحضرت ﷺ سے تعلق سے بخوبی واقف تھا، چنانچہ حضور ﷺ کے اپنے گھر تشریف لانے کو نہ صرف خندہ پیشانی سے قبول کرتا، بلکہ آپؐ کے ساتھ نہایت عزّت واحترام سے پیش آتا۔ پھر ایک ہبیرہ ہی پر کیا موقوف، قریش کا وہ کون سا فرد تھا، جو حضرت محمد ﷺ کی پاکیزہ وصالح زندگی، دیانت داری، شرافت، بزرگی اور امانت وصداقت کا قدر دان نہ تھا۔ اعلانِ نبوّت سے پہلے تو ابولہب جیسا دشمن بھی آپؐ سے قرابت داری کو اپنے لیے فخر واعزاز کی بات سمجھتا تھا۔

معراج کا سفر

سیرت کی کتب میں معراج کے سفر کے سلسلے میں جو روایات بیان کی گئی ہیں، اُن میں ایک یہ بھی ہے کہ اُس رات حضور ﷺ حرم کعبہ میں سو رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر آپؐ کو جگایا اور آبِ زم زم کے پاس لے گئے۔ اِسے صحیح بخاری، مسلم، مسند احمد، بیہقی، حاکم وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت مالک رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے۔ جب کہ بعض دوسری روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ اس سفر کا آغاز آنحضرت ﷺ کی چچازاد بہن حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوا تھا، جہاں آپؐ عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے ہوئے تھے۔ اِس روایت کو ابنِ جریر اور طبرانی نے خود اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا سے، جب کہ بیہقی نے حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔

اس کے علاوہ بخاری ومسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اور مسند احمد میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”حضرت جبرائیل علیہ السلام مکان کی چھت کھول کر اُترے اور آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے گئے“ (سیرت سرورِ عالم 2/651)۔ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”حضور ﷺ شبِ معراج میرے گھر مہمان تھے۔ آپؐ نے عشاء کی نماز پڑھی اور سو گئے۔ صبح فجر کی نماز کے بعد آپؐ نے واقعۂ معراج سُنایا اور باہر تشریف لے جانے کے لیے اُٹھے، تو مَیں نے عرض کیا: ”یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، جس بات کا تذکرہ آپؐ نے مجھ سے

فرمایا ہے، اس کا باہر لوگوں میں تذکرہ نہ کیجیے گا، وہ آپؐ کی اِس بات کا یقین نہیں کریں گے، وہ آپؐ کی تکذیب کریں گے اور اذیت دیں گے۔'' اِس پر حضور ﷺ نے فرمایا ''اللہ کی قسم! مَیں اِس بات کو چُھپا نہیں سکتا۔ مَیں ضرور، ضرور اُن سے بیان کروں گا'' (سیرت رسولِ پاک محمد بن اسحاق صفحہ 299) محمد بن اسحاق مزید لکھتے ہیں کہ ''حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیز سے کہا کہ ''وہ آپؐ کے تعاقب میں جائے تا کہ یہ دیکھے کہ آپ کیا فرماتے ہیں اور لوگوں کا کیا ردِّ عمل ہوتا ہے؟'' چنانچہ کنیز، حضور ﷺ کے تعاقب میں مسجد الحرام تک آئی، جہاں آپؐ لوگوں کو معراج کا واقعہ سُنا رہے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ، حضرت اُمِ ہانیؓ کے گھر پر

حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہوا، تو نبی کریم ﷺ اُن کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں آپؐ نے غسل فرمایا۔ اور آٹھ رکعت نماز پڑھی، جو چاشت کی نماز تھی۔'' اُنھوں نے کہا کہ ''مَیں نے حضور ﷺ کو اتنی ہلکی نماز پڑھتے کبھی نہ دیکھا تھا۔ پھر بھی اس میں آپ رکوع و سجود پوری طرح کر رہے تھے۔''

(صحیح بخاری، 1176)

فتحِ مکہ اور اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا کی امان

حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا کے غلام، ابومرہ نے بیان کیا کہ اُنہوں نے اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا سے سُنا، وہ فرماتی تھیں کہ ''فتحِ مکہ کے موقعے پر مَیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! مَیں نے اپنے شوہر، ہبیرہ کے فلاں بیٹے کو پناہ دے رکھی ہے، لیکن میرے بھائی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا دعویٰ ہے کہ وہ اُس شخص کو ضرور قتل کریں گے، جب کہ مَیں نے اُسے اپنے گھر میں پناہ دے رکھی ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا جسے تم نے پناہ دی، اُسے ہم نے بھی پناہ دی۔''

(صحیح بخاری حدیث 6158،357)

امام بخاریؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلامی ریاست میں اگر مسلمان عورت بھی کسی کافر کو ذمّی بنا کر پناہ دے دے، تو قانوناً اُس کی پناہ لاگو کیا جائے گا، کیونکہ اس بارے میں عورت بھی ایک مسلمان مرد جتنا ہی حق رکھتی ہے۔'' سیرت کی کتب میں پناہ کا یہ واقعہ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا کی زبانی یوں درج ہے کہ ''جس وقت حضور ﷺ مکے کی بلند جانب رونق افروز ہوئے، تو بنو مخزوم کے دو آدمی، حارث بن ہشام اور زہیر بن ابی اُمیہ بن مغیرہ بھاگ کر میرے گھر گھس آئے۔ مَیں نے اُن دونوں کو جلدی سے کوٹھری میں بند کر دیا۔

اُن کے پیچھے ہی میرے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ اُنھیں تلاش کرتے ہوئے تلوار لیے اندر آ گئے اور کہا کہ ''مَیں انہیں قتل کروں گا''۔ یہ دونوں میرے خاوند ہبیرہ کے رشتے دار تھے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے جنگ کرتے ہوئے بھاگے تھے۔ مَیں نے اُن دونوں کو کوٹھری میں چُھپایا اور گھر کا دروازہ بند کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئی۔ (سیرت ابنِ ہشام، حصہ سوم، صفحہ 150)۔ اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا کی اِس امان کا اُن دونوں مخزومی سرداروں پر یہ اثر ہوا کہ وہ نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں بلند مرتبہ پایا۔ حارث رضی اللہ عنہ، ابوجہل کے حقیقی بھائی تھے، جو غزوۂ یرموک میں شہید ہوئے۔

فضل وکمال:

حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا فہم و فراست، فطانت و ذہانت، محبت و شفقت، سخاوت و فیاضی، صبر و استقامت اور صُورت و سیرت میں اپنی مثال آپ تھیں۔ سنجیدگی و بردباری، حکمت و معاملہ فہمی اور وفاداری و وفاشعاری کا پیکر تھیں۔

مہمان نوازی

حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا نہایت شفیق، مہربان اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ حضور ﷺ کی ضیافت کر کے بہت خوش ہوا کرتی تھیں۔ ایک دن آپ ﷺ اُن کے گھر تشریف لائے۔ خادمہ نے شربت پیش کیا۔ آپؐ نے آدھا نوش فرما کر گلاس اُن کی جانب بڑھا دیا۔ اُنھوں نے بھائی کے ہاتھ سے گلاس لیا اور چھوڑا ہوا مشروب باعثِ خیر و برکت سمجھ کر پی لیا۔ پھر خود ہی عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! مَیں آج روزے سے تھی۔'' آپؐ نے فرمایا: ''اگر روزہ رمضان کی قضا کا ہے، تو کسی دوسرے دن رکھ لینا اور اگر محض نفل ہے، تو اُس کی قضا کرنے یا نہ کرنے کا تم کو اختیار ہے'' (مسند احمد 6/341)۔

حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا کا شوہر بھاگ گیا تھا اور بچے ابھی چھوٹے تھے۔ ایک دن حضورؐ اُن کے گھر تشریف لائے اور ازراہِ شفقت فرمایا ''اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا! بکری پال لو، یہ بڑی خیر و برکت کی چیز ہے'' (مسند احمد 6/341)۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ تشریف لائے، تو اُنھوں نے عرض کیا ''یارسول اللہ! مَیں اب بوڑھی ہوچکی ہوں، چلنے پھرنے میں بہت دشواری ہوتی ہے، کوئی ایسا وظیفہ بتا دیں، جو بیٹھے بیٹھے پڑھ لیا کروں۔'' آپؐ نے فرمایا ''ایک سو مرتبہ سبحان اللہ، ایک سو مرتبہ الحمدللہ، ایک سو مرتبہ اللہ اکبر اور ایک سو مرتبہ لا اِلٰہ الا اللہ پڑھ لیا کرو'' (مسند احمد 6/344)

مرویاتِ حدیث:

آپ رضی اللہ عنہا کو فقہ سے بے حد دلچسپی تھی۔ حضور ﷺ سے مسائل دریافت کرتی رہتیں اور اُنہیں دوسروں تک بھی پہنچاتیں۔ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا سے 46 احادیث مروی ہیں

اولاد

اُن کے چار بچّے تھے، جن کے نام ہانی، عمرو، یوسف اور جعدہ تھے۔ چاروں بچّوں کو صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ہانی بڑا بیٹا تھا، جس کے نام پر اُن کی کنیت تھی۔

وفات

حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پائی، اُس وقت اُن کی عُمر ایک سو سال تھی۔

❁❁❁

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ ملتان، ممتاز آباد کے نقیب شیخ محمد ایوب کی بیٹی وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0305-5805323

☆ حلقہ کراچی شمالی، بفرزون کے مبتدی رفیق محمد ذاکر حسین وفات پاگئے۔

برائے تعزیت: 021-36903489

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور شہر کے رفیق محترم محمد شفیق کی دادی وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0333-9224856

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

7 اکتوبر 2001ء کی وہ تاریک رات جو بے پناہ فوجوں کی گھن گرج لیے نہتے افغانستان پر اتری تھی۔ ایک امتحان تھا مشکل سوالات پر مبنی جو پورے گلوب پر اترا تھا۔ فرد، جماعتیں، اقوام، مسلمان ممالک، عامی تا علماء۔ بتاؤ تم کس کا ساتھ دو گے! کفر اپنی شناخت اور عزائم چھپا نہیں رہا تھا۔ بش نے اسے صلیبی جنگ کہہ دیا تھا۔ رینڈ کارپوریشن (تھنک ٹینک) اسے کمیونزم کے بعد اسلام کے خلاف جنگ قرار دے چکا تھا۔ مسلم دنیا نے کھلی آنکھوں امریکی اتحادی افواج کا ساتھ دیا۔ یوں انسانی تاریخ کی طویل ترین بے نظیر جنگ چلی جو نتائج کے اعتبار سے بھی بے نظیر ہے۔ خود کفر کی زبان سے اس کا اقرار دیکھیے: برطانوی ممبر پارلیمنٹ ٹابلس ایل وڈ کا کہنا ہے کہ 'یہ مغرب کے لیے کامل تذلیل ہے کہ ہم نے دنیا بھر کی ناقابل یقین ٹیکنالوجی کے ساتھ ترقی یافتہ، اعلیٰ، جدید ترین اتحاد تشکیل دیا۔ ایسا کہ انسانی تاریخ نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ انہوں نے ایسے شورش پسند باغیوں کے ہاتھوں شکست کھائی جن کی کل متاع AK47 اور RPG تھی!' 49 ممالک نے اپنی ساری قوت بری، فضائی، بحری بیڑوں پر لدے ساز وسامان اس میں جھونکے۔ پاکستان کے راستے سپلائی ہوتا ہمہ نوع سامان ہائے جنگ وضروریات افواج عالم! پھر امریکا نے افغان فوج و پولیس (3 لاکھ) کی تیاری پر ایک کھرب ڈالر بہایا۔

امریکی صدر بائیڈن نے (دانت پیستے ہوئے) کہا: 'افغانستان میں 20 سالہ جنگ میں امریکا نے اپنے بہترین جوان مردوزن بھیجے، اس فوج کو تربیت دی، پیسہ بہایا، جدید ترین جنگی آلات دیے، ان کی ایئر فورس تیار کی امریکا کی تاریخ کی طویل ترین جنگ کے دوران!...... امریکی فوج کی موجودگی سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا، جب تک کہ افغان فوج اپنا ملک خود نہ سنبھالے۔ ایک ملک کی خانہ جنگی کے بیچ امریکی موجودگی میرے لیے قابل قبول نہیں۔' 20 سال کی مزاحمت میں مٹھی بھر نہتے بکھرے، ملک بھر کے طول وعرض میں پھیلے طالبان نے افغانستان کو سپر طاقتی اتحاد کے لیے دلدل بنا دیا تھا۔ بائیڈن امریکا کا سیانا گورباچوف ثابت ہو رہا ہے جس نے اپنی فوج کو کھینچ گھسیٹ کر جیسے تیسے اس ذلت سے نکالنے کا ڈول ڈالا۔ امریکا، برطانیہ، نیٹو سبھی اندر خانے شدید سر پھٹول کا شکار ہیں۔ تنقید، اعتراضات، اختلافات، الزامات، بحث مباحثے، شور، ہنگامہ، لٹ گئے مارے گئے۔ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ دوسری طرف ان کا عزیز دوست شیطان زیر لب مسکراتا، دشمنِ اولاد آدم یہ کہتا منہ موڑ کر چل دیا: ''ظاب مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔'' (ابراہیم: 23)

وہ جو ساری فوجیں اسلامی امارات کے خاتمے کے لیے ہلہ شیری دلا کر چڑھا لایا تھا، ان 20 سالوں میں جنگی، سیاسی، تہذیبی سبھی چالیں پوری دنیا کی مہارتیں یک جا کر کے آزمائی گئیں۔ 'انہوں نے اپنی ساری ہی چالیں چل دیکھیں، مگر ان کی ہر چال کا توڑ اللہ کے پاس تھا۔ اگرچہ ان کی چالیں ایسی غضب کی تھیں کہ پہاڑ ان سے ٹل جائیں۔' (ابراہیم: 46)

دوحہ مذاکرات کے بعد بھی ان کی نہ صرف درپردہ چالیں ناکام ہوئیں بلکہ سبھی اندازے غلط ثابت ہوئے۔ جس رفتار پر فتوحات طالبان نے حاصل کیں، اس نے ان کے ہوش اڑا دیے۔ دارالحکومت کابل تک یہ 90 دن کا اندازہ لگائے بیٹھے تھے اور طالبان 9 دن کے اندر کابل کے دروازے پر آموجود ہوئے۔ 3 لاکھ افغان فوج اور پولیس تاش کے پتوں کی طرح بکھر گئی۔ منافق، کافر سے ہمیشہ کردار میں بدتر اور کمزور ہوتا ہے۔ سورۃ الحشر بتا چکی تھی منافقوں کے بارے: ''اور اللہ گواہ ہے کہ یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں...... اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ہرگز مدد نہ کریں گے اور اگر یہ ان (اہل کتاب) کی مدد کریں بھی تو پیٹھ پھیر جائیں گے اور پھر کہیں سے کوئی مدد نہ پائیں گے۔ ان کے دلوں میں اللہ سے بڑھ کر تمہارا (اہل سچے ایمان کا) خوف ہے۔...... تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو مگر ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں۔ ان کا یہ حال اس لیے ہے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔'' (الحشر: 12 تا 14) امریکا نے جو بھان متی کا کنبہ جوڑ کر کٹھ پتلی حکومت بنائی، فوج تیار کی، وہ مہا منافقوں پر مبنی تھی۔ دنیا میں اللہ کی شریعت پر قائم امارت اسلامی کو مٹانے کے مقصد پر ڈالروں، کرسیوں کے عوض ایمان بیچنے والے۔ چہ ارزاں فروختند۔ نفاق میں طاق سبھی نشانیاں پوری تھیں۔ امانت میں خیانت کرنے والے جھوٹے، وعدے سے پھر جانے والے، چنانچہ امریکا میں سب سے زیادہ لعن طعن اسی بات پر ہے کہ افغان حکومت اور افواج تباہ کن حد تک بدعنوان، کرپٹ رہی ہے۔ ایک کھرب ڈالر کہاں گیا؟ نکمی ناکاری فوج اور حکومتی بدعنوانیوں کی نذر ہوا۔ (ڈینیل ڈیوس۔ دی گارڈین)

امریکا کے سفارتی عملے سے بھی پہلے افغان جغادری سب فرار ہو لیے۔ اشرف غنی اور اس کے وزراء تاجکستان چلے گئے۔ عطا نور محمد اور عبدالرشید دوستم ازبکستان بھاگ گئے۔ کچھ وزراء کے سینگ ادھر سمائے اور وہ پاکستان آ چھپے۔ ہماری بے بصیرتی کی انتہا یہ ہے کہ ان بھگوڑوں سے مشاورت فرما رہے ہیں! غلامی عقل چاٹ جاتی ہے! خود امریکا کے حواس باختہ ہونے کا عالم بھی دیکھیے۔ کہاں تو طالبان پر دھمکیاں برس رہی تھیں کہ طاقت کے بل پر کابل کا قبضہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور پھر طالبان سے دست بستہ استدعا ہونے لگی کہ 'وہ امریکی سفارت خانے کو حملے کا نشانہ نہ بنائیں۔' گویا بالواسطہ طالبان کی حکمرانی قبول کرنے کی زبان استعمال کی! پہلے جب امریکا کو ویت نام سے پسپائی کے لیے سائیکون والی ہزیمت وذلت کا حوالہ دیا جا رہا تھا تو بائیڈن نے بھنا کر کہا تھا کہ اسے ہرگز سائیکون سے مماثل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ طالبان ویت کانگ نہیں ہیں! یقیناً بجا فرمایا! چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ ویت کانگ کی مدد تو دو بڑی طاقتیں روس اور چین بیک وقت کر رہی تھیں چین سے ملتی سرحد سے اسلحے کی ترسیل، امداد و پشت پناہی تھی۔ طالبان پورے گلوب پر یکہ وتنہا تھے۔ پیٹھ میں چھرا گھونپتے

ہمسایہ مسلمان ممالک۔ ہر سرحد پر چوکس فوج طالبان کے خلاف انہیں کھڑی ملی۔ پھر یہ کیا ہوا کہ دنیا میں آج سائنس اور ٹیکنالوجی، جدید ترین اسلحے کا سب سے بڑا کچرا ڈمپ افغانستان میں بنا ہے۔ بے نوائی کے عالم میں برسرزمین ایمان، توکل علی اللہ اور دعاؤں، سجدوں نے نقشہ بدل دیا۔ بدر کی تاریخ دہرائی گئی۔ ایک اور یوم فرقان۔ البدر الثانی کا معرکہ کابل کے دروازے پر 15 اگست 2021ء کو دستک دے رہا تھا۔ ایک دعا جو مانگی جاتی رہی اسے مجسم سر کی آنکھوں سے ظہور میں آتے دیکھا۔ **اللھم ارنا فیھم یوماً اسود** (یا اللہ ہمیں ان کا روز سیاہ دکھا۔) کچھ یوں ہوا کہ 1979ء میں تہران میں امریکی سفارت خانے پر قبضے کے نتیجے میں انقلابیوں کے ہاتھ حساس دستاویزات لگ گئی تھیں۔ اس تجربے سے خوفزدہ اب امریکی، یورپی سفارت خانوں میں دھڑادھڑ کاغذ جلانے کا کام ہو رہا تھا بھٹیوں میں دھوئیں کے مرغولے سیاہ گھنا بادل بن کر امریکی (سفارت خانے کے) مقدر میں تاریکیاں بھر رہے تھے۔ سفارتی عملہ چھت سے ہیلی کاپٹروں پر دھواں پھانکتا سائیکون سے ہی مشابہ انخلاء کر کے کابل ایئر پورٹ بھاگا اڑا چلا جا رہا تھا۔ وہاں سے جہازوں پر لدلدا کر جان بچی سو لاکھوں پائے، خیر سے بدھو (20 سال بعد) گھر کو آئے ہونے کو ہے۔ یوں اللہ کے وعدے پورے ہوئے۔ 'تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔' (آل عمران:139)

اس پوری محیر العقول کہانی میں اسلامی تاریخ کے کئی مناظر اور معرکے، قرآن، احادیث، کردار، شاعری سبھی سمٹ آئے ہیں۔ حصار دیدہ تر میں سمٹ گئے منظر! متکبر بدمست ہاتھی کا سا امریکی رویہ۔ (جس کی سونڈ کو اب دائمی انمٹ داغ لگ گیا۔ اور داغ تو اچھے ہوتے ہیں۔) حملے کی رات اور امت کے حساس دلوں کی بے قراریاں۔ غیرت ایمانی پر لگتے تازیانے۔ کارواں کے دل سے احساس زیاں تک مٹ جانے کا جان لیوا غم۔ امت میں ایک مٹھی بھر جماعت کی استقامت اور ثبات کے سوا مسلم قیادت کا عالمی بحران...... کوئی غم گسار ہوتا کوئی چارہ ساز ہوتا۔

مسلم 59 ممالک کفر کے ہمراہ صف آراء۔ نوجوانوں کے طویل سجدے بھیگی آنکھیں سوالیہ نشان لیے راہیں تلاش کرتیں۔ النساء کی پکار ہر صاحب ایمان سے مخاطب تھی: ''آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لیے گئے ہیں۔ اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا، ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے۔'' (آیت:75)

پھر کیا ہوا؟ یہ آج کے فاتح اور ہیرو بنتے طالبان اس وقت 'دہشت گرد' قرار دیے گئے۔ ہر وہ جس نے اس آیت کی پکار کا جواب دینا چاہا وہ گردن زدنی ٹھہرا۔ عقوبت خانے، جیلیں ملکوں ملکوں ان سے بھری جانے لگیں۔ دنیا میں جیلوں کا جال بچھ گیا۔ اللہ کے ہاتھ پر سورۃ التوبہ والی بیعت کرنے والی ہر ہتھیلی پر انگارے دھر دیے گئے۔ بیس سالوں میں پلوں کے نیچے سے پاکیزہ خون کا سیل بہہ نکلا۔ ❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(4 تا 11 اگست 2021ء)

بدھ (04 اگست 2021ء) کو امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر اظہر بختیار خلجی اور ناصر بھٹی سے ملاقات کی۔ نائب امیر بھی شریک تھے۔ شام کو اسلام آباد روانگی ہوئی۔

جمعرات (05 اگست 2021ء) اسلام آباد میں ملی یکجہتی کونسل کے سربراہی اجلاس میں، راجہ اصغر کے ہمراہ شرکت کی۔ رات کراچی واپسی ہوئی۔

جمعہ (06 اگست 2021ء) کو جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔

ہفتہ (07 اگست 2021ء) کو طے شدہ پروگرام کے تحت دوپہر 12:00 بجے بلوچستان کے دورہ کے لیے انجینئر سید نعمان اختر، نائب ناظم اعلیٰ کے ہمراہ کراچی سے کوئٹہ روانگی ہوئی۔ کوئٹہ ایئر پورٹ سے امیر حلقہ محبوب سبحانی کی رہائش گاہ پر جا کر ان کی عیادت کی۔ شام 04:00 بجے مرکز حلقہ میں حلقہ اور مقامی تناظیم کے ذمہ داران سے تعارف کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ بعد نماز عصر فاروق مسجد ارباب کرم خان روڈ میں سورۃ التوبہ کی آیات 112,111 کا درس دیا جو مغرب تک جاری رہا۔ بعد نماز مغرب ایئر پورٹ روڈ پر ایک حبیب عثمان کی رہائش گاہ پر ان سے بمع احباب ملاقات میں تنظیمی فکر کو واضح کیا اور ان کے سوالات کے جوابات دیے۔ آخر میں عثمان صاحب کی طرف سے عشائیہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔

اتوار (08 اگست 2021ء) کو صبح مقامی تنظیم کوئٹہ شمالی کے نقیب اسرہ محمد سلیم جعفر کی رہائش گاہ پر ناشتے کا اہتمام تھا۔ 10:30 بجے پریس کلب کوئٹہ میں ''غلبہ دین اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر خطاب کیا جس میں رفقاء تنظیم اور احباب نے بھرپور شرکت کی۔ بعد ازاں سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ مقامی تنظیم کوئٹہ جنوبی کے معتمد شیخ عبدالقدیر کی رہائش گاہ پر ظہرانہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ شام 04:00 بجے محمد راشد گنگوہی (سابق امیر حلقہ) اور عبدالغفار (ناظم نشر و اشاعت) سے ان کی رہائش گاہوں پر ملاقات کر کے عیادت کی۔ سابق صدر انجمن بلوچستان برہان (جو اپنی علالت کی بنا پر صاحب فراش ہیں) ان کی سہولت کے پیش نظر موبائل فون پر ان کی عیادت کی۔ بعد نماز عصر لالا خان بادیزئی اسکیم سریاب روڈ، کوئٹہ کے ہال میں کل رفقاء کے اجتماع میں شرکت کی۔ حلقہ اور مقامی تناظیم کے ذمہ داران سے تعارف حاصل کرنے کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ بعد ازاں بالمشافہ بیعت کا اہتمام بھی ہوا۔

پیر (09 اگست 2021) کو قائم مقام امیر حلقہ عبدالسلام عمر کے گھر پر مقامی امراء تناظیم اور خضدار سے آئے ہوئے حلقہ کے منفرد ملتزم رفیق خدابخش زہری سے ناشتہ پر ملاقات کی اور بزرگ ساتھی محمد سلیمان قیوم کی عیادت کی۔ دوپہر 12:00 بجے کے بعد کوئٹہ ایئر پورٹ سے کراچی روانگی ہوئی۔

منگل، بدھ (11,10 اگست 2021ء) کو کراچی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔

نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔

جشن آزادی اور مصور پاکستان

تحریر: رفیق چودھری

آزادی یقیناً ایک گراں قدر نعمت ہے۔ اسی لیے قوموں کی آزادی کے دن یادگار بن جاتے ہیں اور اس دن پر جشن منانا ایک رسم بن چکی ہے۔ پاکستان میں 14 اگست کو جشن آزادی منایا جاتا ہے۔ قومی نقطہ نظر سے یہ کوئی قابل اعتراض بات بھی نہیں لیکن جن عظیم شخصیات کی وجہ سے قوموں کو آزادی نصیب ہوتی ہے اُنہیں یاد رکھنا، اُن کا ادب و احترام سے ذکر کرنا بھی از حد لازم ہے۔ البتہ اس حوالے سے عدل و انصاف کا دامن نہیں چھوٹنا چاہیے۔ یعنی ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ کچھ لوگوں کو تو پورا کریڈٹ دے دیا جائے اور آزادی کے حوالے سے کلیدی رول ادا کرنے والی کسی شخصیت کو بالکل ہی نظرانداز کر دیا جائے۔ راقم کی آج کی یہ تحریر ایک ایسی ہی شخصیت کے حوالے سے ہے جو تاریخی لحاظ سے صحیح معنوں میں مصورِ پاکستان تھے لیکن آج اہل پاکستان کی عظیم اکثریت اپنے اس عظیم محسن کے بحیثیت مصورِ پاکستان عظیم تاریخی کردار کو فراموش کر چکی ہے۔

جی ہاں! وہ عظیم محسن چودھری رحمت علیؒ ہیں جنہوں نے 1933ء میں اپنے مشہور زمانہ اور تاریخی پاکستان ڈیکلریشن "Now or Never" کے ذریعے پاکستان کے نام سے علیحدہ وطن کا تصور پیش کیا اور پاکستان نیشنل موومنٹ کے نام سے باقاعدہ تحریک پاکستان کی بنیاد رکھی۔

یہ وہ وقت تھا جب متحدہ ہندوستان میں مذہب کی بنیاد پر علیحدہ وطن کا تصور بھی گناہ سمجھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ قائداعظم اور علامہ اقبال سمیت برصغیر کے کئی بڑے راہنما اس کے بہت بعد تک بھی متحدہ ہندوستان کے حامی رہے۔ لیکن چونکہ مغرب کی نقالی دورِ غلامی سے ہی ہماری نفسیات میں رچ بس چکی ہے اس لیے ہم اسی بات کو سچ مانتے ہیں جس کا آغاز مغرب سے ہوتا ہے۔ اسی بنیاد پر پاکستان کی واضح تاریخ کو طرح طرح سے مسخ کیا جاتا رہا اور ان مسخ شدہ مغربی تصورات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ پاکستان کا تصور علامہ اقبال نے اپنے خطبہ الٰہ آباد میں دیا۔

جبکہ اس ضمن میں پہلا سوال تو خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ علامہ اقبال نے اگر 1930ء میں علیحدہ وطن کا تصور دیا تھا تو پھر گول میز کانفرنسز (1930ء تا 1932ء) منعقدہ لندن میں متحدہ وفاق کے حمایتی کیوں رہے؟ علامہ اقبال ان دنوں پنجاب کونسل میں یونینسٹ پارٹی کے رکن تھے جو مسلم لیگ کی حمایتی تھی، ایک وفاق کی حامی تھی، تقسیم کے سخت خلاف تھی اور اقبال خطبہ الٰہ آباد کے بعد بھی یونینسٹ پارٹی کے رکن رہے۔ اس کا مطلب واضح ہے کہ علیحدہ ریاست اس وقت تک نہ تو مسلم لیگ کا خواب تھا اور نہ ہی علامہ اقبال کا تصور۔ یہ مسلم صوبوں کا مطالبہ تھا جو اس سے قبل 1927ء میں آل پارٹیز کانفرنس (جس کے اقبال صدر رہے) منعقدہ دہلی کی قراردادوں میں، 1928ء میں نہرو کمیٹی کے روبرو اور اسی سال یعنی 1928ء میں ہی یونینسٹ پارٹی کے اخبار ''انقلاب'' میں مرتضیٰ خاں میکش کے مضامین میں بھی پیش کیا جا چکا تھا۔ علامہ اقبال نے بھی اسی مطالبے کو الٰہ آباد میں دہرایا تھا۔

خطبہ الٰہ آباد دسمبر 1930ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں دیا گیا اور اکتوبر 1931ء میں علامہ اقبال نے لندن کے مشہور انگریزی اخبار ''دی ٹائمز'' کو ایک خط لکھا جو 12 اکتوبر 1931ء کو اس اخبار کے صفحہ نمبر 8 پر، North-west India, Muslim Provinces کے عنوان سے شائع ہوا۔ یہ خط آج بھی ریکارڈ پر موجود ہے۔ اس کھلے خط میں علامہ اقبال نے برطانیہ کے مشہور شاعر ایڈورڈ تھامسن سے مخاطب ہو کر واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ اس نے (اسی اخبار کی 3 اکتوبر 1931ء کی اشاعت میں) علامہ کے خطبہ الٰہ آباد کو ''پان اسلامک سازش'' ثابت کرنے کے لیے توڑ موڑ کر پیش کیا ہے۔ علامہ نے ایڈورڈ تھامسن پر اس کھلے خط میں واضح کیا کہ: ''میں نے خطبہ الٰہ آباد میں برطانوی سلطنت سے باہر کسی مسلم ریاست کی بات نہیں کی تھی۔ درحقیقت مسلم صوبوں کے حوالے سے میری تجویز محض اس خیال کو آگے بڑھاتی ہے کہ ہندوستان کی شمال مغربی سرحد پر منظم مسلم صوبوں کا ایک سلسلہ ایشیا کے پہاڑی علاقوں کی بھوکی نسلوں کے خلاف ہندوستان اور برطانوی سلطنت کے لیے ایک دفاعی مورچے کا کام دے گا۔''

یاد رہے کہ گول میز کانفرنسز کا آغاز 10 نومبر 1930ء کو ہوا اور ان کانفرنسز میں کانگریس کا مطالبہ یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ اختیارات وفاق کو دیے جائیں جبکہ مسلم لیگ کا مطالبہ یہ تھا کہ جو متحدہ وفاق قائم ہو اس کے تحت صوبوں کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دیے جائیں تاکہ مسلم اکثریتی صوبوں کو فائدہ حاصل ہو سکے۔ اسی تناظر میں اگلے ماہ یعنی دسمبر 1930ء میں علامہ اقبال نے خطبہ الٰہ آباد میں شمال مغربی ہندوستان میں علیحدہ صوبوں کی بات کی تھی اور اسی بات کو انہوں نے 10 ماہ بعد یعنی اکتوبر 1931ء میں دی ٹائمز کو لکھے اپنے کھلے خط میں بھی واضح کیا۔

اس خط سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ سب سے پہلے مغربی میڈیا نے اس پروپیگنڈا کو پھیلایا کہ خطبہ الٰہ آباد میں علیحدہ مسلم ریاست کا تصور دیا گیا تھا اور اس جھوٹ کو معتبر بنانے کے لیے نامور انگریزی شاعر ایڈورڈ تھامسن کا انتخاب کیا گیا تھا۔ یہ بالکل ایسے ہی تھا جیسے 1940ء کی قرارداد لاہور کو انڈین میڈیا نے قرارداد پاکستان قرار دے دیا تھا۔ بہرحال دی ٹائمز کو لکھے اس خط میں علامہ اقبال نے مغربی میڈیا اور ایڈورڈ تھامسن پر واضح کر دیا تھا کہ انہوں نے صرف مسلم صوبوں کی بات کی تھی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مغربی میڈیا اس کے باوجود بھی پروپیگنڈا پھیلانے سے باز نہیں آیا اور ایڈورڈ تھامسن نے بھی علامہ اقبال کی ایک کتاب کے تبصرہ میں اس جھوٹ کو سند بخشنے کی ناکام کوشش کی۔ اس کے بعد علامہ اقبال نے دو مزید خطوط لکھے جو تاریخی حیثیت کے حامل ہیں۔ ان میں سے پہلا خط علامہ اقبال نے 4 مارچ 1934ء کو براہ راست ایڈورڈ تھامسن کو لکھا۔ یہ خط بھی ریکارڈ پر موجود ہے اور اس میں علامہ نے دوٹوک الفاظ میں واضح کیا کہ علیحدہ مملکتِ پاکستان کی سکیم چودھری رحمت علی کی سکیم تھی اور جہاں تک خطبہ الٰہ آباد کا تعلق ہے تو وہ انڈین کنفیڈریشن کے اندر مسلم صوبوں کی سکیم تھی۔

اس کے دو دن بعد یعنی 6 مارچ 1934ء کو علامہ نے ایک اور خط علامہ راغب احسن کے نام لکھا۔ علامہ

راغب احسن کا نام تاریخ میں کسی تعارف کا محتاج ہرگز نہیں ۔ وہ محمد علی ثانی کہلاتے تھے اور محمد علی جوہر کے رسالہ ''کامریڈ'' کے اعزازی مدیر بھی رہے ۔ ان دنوں وہ بطور صحافی ''اسٹار آف انڈیا'' کے ساتھ منسلک تھے جب علامہ اقبال نے ان کو یہ خط لکھا ۔ مناسب ہوگا کہ اس خط کا وہ حصہ ترجمے کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے جو موضوع سے متعلق ہے ۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں:

''میں اس خط کے ساتھ اپنی کتاب کے بارے میں ایڈورڈ تھامسن کا تبصرہ ارسال کر رہا ہوں ۔ ایڈورڈ تھامسن انگلستان کی مشہور ادبی شخصیت ہیں ۔ یہ تبصرہ مختلف وجوہات کی بناء پر دلچسپ ہے اور شاید یہ تبصرہ آپ کے جریدہ میں اشاعت کے لیے مناسب ہی رہے ۔ دوسری کاپی اسٹار آف انڈیا (کلکتہ) کو روانہ کر دیجیے ۔ براہ کرم نوٹ فرمالیں کہ اس تبصرہ کا منصف اس مغالطے کا شکار ہے کہ جیسے میری تجویز (خطبہ الہ آباد) پاکستان کی اسکیم سے تعلق رکھتی ہے ۔ جہاں تک میری تجویز کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ انڈین وفاق کے اندر ایک مسلم صوبہ تخلیق کیا جائے جبکہ پاکستان سکیم کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کے شمال مغرب کے مسلم صوبوں کا ایک ایسا وفاق تشکیل دیا جائے جو انڈین کنفیڈریشن سے علیحدہ ہو اور انگلستان سے براہ راست وابستہ ہو ۔ آپ اپنے تعارفی کلمات میں اس نکتہ کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ''اسٹار آف انڈیا'' کے مدیر کی توجہ بھی اس نکتہ کی جانب منعطف کروا دیجیے ۔''

علامہ اقبال کے اس قدر واضح موقف کے بعد مزید بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ پاکستان کا تصور کس نے دیا ۔ تاہم تصدیق کے لیے فرزند اقبال (جاوید اقبال) کے مختلف ٹی وی چینلز کو دیے گئے انٹرویوز بھی ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں جن میں وہ اکثر یہ کہتے نظر آتے ہیں:

''جہاں تک الہ آباد کے خطبے کا تعلق ہے اُس میں علیحدگی کا تصور ہی نہیں ہے ۔ خطبہ الہ آباد کا تصور بالکل وہی چیز ہے جو کیبنٹ مشن پلان تھا یعنی: Full autonomy within the Indian Union ۔ یعنی انڈین یونین کے اندر رہتے ہوئے خود مختاری ۔ ۔ ہمیں دنیائے اسلام کو چھوڑ دینا چاہیے ۔ ہمیں اپنے ریجن میں یورپی یونین کی طرز پر ایک یونین بنانی چاہیے جو سارک ممالک پر مشتمل ہو تو یہ ایک مثبت قدم ہوگا ۔ ۔ یہی تصور خطبہ الہ آباد میں تھا کہ ہندو مسلم مشترکہ آرمی ہو جو شمال مغرب کی حملہ آور قوتوں کے خلاف ہندوستان کا دفاع کر سکے ۔ ۔ میں سمجھتا ہوں کہ علامہ اقبال کا یہ خواب پورا نہیں ہوا ۔ ۔ ۔ اب بھی یہ یونین بن سکتی ہے مگر ملاں نہیں بنانے دے گا''۔

یہ فرزند اقبال کے الفاظ ہیں ۔ اب آپ علامہ اقبال کا اکتوبر 1931ء والا خط دوبارہ پڑھیے ۔ اس میں بھی عین وہی موقف ہے جو جاوید اقبال کی وضاحت میں ہے ۔

Indeed, my suggestion regarding Muslim provinces merely carries forward this idea. A series of contented and well-organized Muslim provinces on the North-West Frontier of India would be the bulwark of India and of the British Empire against the hungry generations of the Asiatic highlands.

یعنی مسلم صوبوں کی ایک ایسی سیریز جو وسط ایشیائی بھوکی نسلوں کے خلاف ہندوستان کے لیے دفاعی مورچہ کا کردار ادا کرے ۔ یہ علامہ اقبال کے خطبہ الہ آباد کا اصل تصور تھا ۔ اس کے برعکس چودھری رحمت علی کا تصور پاکستان کیا تھا؟ آیئے خود ان کے اپنے الفاظ میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں:

''اس لیے یہ کمانڈمنٹ کہ مائنورٹی ازم سے بچیے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنی اقلیت کو ہندو علاقوں میں نہیں چھوڑنا چاہیے ، بے شک برٹش اور ہندو انہیں نام نہاد دستوری تحفظات ہی کیوں نہ دیں ۔ کیونکہ کسی قسم کے تحفظات بھی قومیت کا نعم البدل نہیں ہوسکتے جو کہ ان کا پیدائشی حق ہے ۔ ۔ اس کا مطلب ان کو پشت در پشت ڈی نیشنلائز کرنے والی انڈین ازم کی (ہندو) طاقتوں کے دوبدو رکھنا ہے، جس کا مقصد ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کہ وہ ہم سب کو اپنے اندر جذب کر لے ۔ ۔ (اس کا مطلب) اُس سانحہ کے نتائج کو بھلا دینا ہے جس سے ہماری اقلیتوں کو گزرنا پڑا ، جنہیں ایسے وقت میں جو ہمارے (مسلمانوں کے) لیے آج سے زیادہ بہتر تھا اور جو گارنٹی اب ممکن ہے اس سے بہتر گارنٹی (بھی) ۔ ۔ ۔ ہم نے سسلی ، اٹلی ، فرانس ، پرتگال ، سپین ، آسٹریا اور ہنگری میں چھوڑا ۔ ۔ وہ (مسلم) اقلیتیں اب کہاں ہیں؟ ۔ ۔ اس سوال کے پوچھنے پر جواب نہایت چبھتے ہوئے لہجے میں ہی مل سکتا ہے ۔ ۔ ۔ ان حالات کی بناء پر ہمیں درج بالا صداقت کا ضرور خیال رکھنا چاہیے اور مائنورٹی ازم سے بچنا چاہیے ۔ چونکہ یہ تاریخ کا افضل ترین سبق ہے اور اس کو بھلا دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے اس راز کو بھلا دیا ہے جس میں ہماری نجات ہے، ہمارا ڈیفنس ہے اور ملت کی حیثیت میں ہماری تقدیر پوشیدہ ہے ۔ (The Millat of Islam and the Menance of Indianism,1942)

آج بھارت پر مسلط انتہا پسند ہندوتوا کی اسلام اور مسلمان دشمنی چودھری رحمت علیؒ کے خدشات کی تصدیق کر رہی ہے ۔ چودھری رحمت علیؒ جانتے تھے کہ اگر مسلمان ہندو اکثریت کے ہاتھوں مغلوب ہوگئے تو ان کا انجام وہی ہوگا جو یورپ میں مسلم اقلیتوں کا ہوا ۔ لہٰذا اسی لیے انہوں نے 1915ء میں ہی بزم شبلی میں علیحدہ مسلم ریاست کا تصور پیش کر دیا تھا ۔ پھر جب گول میز کانفرنس میں متحدہ وفاق کے تحت اختیارات کی بندر بانٹ ہونے لگی تو اس وقت چودھری رحمت علی نے اپنے تاریخی ڈیکلریشن "Now or Never" کے ذریعے مسلمانانِ برصغیر کو یہ باور کرایا کہ اب اگر ہم نے اپنی آزادی کے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ نہ کیا تو شاید کبھی نہ کر سکیں گے ۔ نہ صرف یہ بلکہ چودھری رحمت علی گول میز کانفرنس کے دوران ہندوستانی مسلم لیڈرز کو اس بات پر قائل کرنے کی بھی ہر ممکن کوشش کرتے رہے کہ ہمیں متحدہ وفاق کی بجائے علیحدہ وطن کا مطالبہ کرنا چاہیے ۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس وقت ہر کسی نے آپ کی مخالفت کی اور یہاں تک کہا گیا کہ یہ بچوں کی سکیم ہے ۔ مسلم لیگ 1937ء تک چودھری رحمت علیؒ کی پاکستان اسکیم کو اعلانیہ ناقابل عمل کہتی رہی ۔ پھر جب 1937ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کو شکست ہوئی اور وہ کسی بھی صوبے میں حکومت نہ بنا سکی تو اسے احساس ہوا کہ وہ خود کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت کیسے ثابت کرے ۔ اسی نظریہ ضرورت نے مسلم لیگ کے اندر یہ احساس اجاگر کیا کہ کیوں نہ چودھری رحمت علی کی پاکستان اسکیم کو کام میں لایا جائے ۔ کیونکہ اس وقت تک پاکستان کا نام ہر مسلمان کی زبان پر آچکا تھا اور 1937ء میں کانگریس کی حکومت سازی نے بھی ہندو اکثریت کی متعصبانہ ذہنیت اور مسلم دشمنی کو سب پر عیاں کر دیا تھا ۔ چنانچہ مسلم لیگ کے پاس اب سنہری موقع تھا کہ وہ خود کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ثابت کرنے اور کانگریس پر دباؤ بڑھانے کے لیے چودھری رحمت علی کے پاکستان کے

مطالبے کو کام میں لائے۔

اسی دوران 21 اپریل 1938ء کو علامہ اقبال انتقال کر گئے۔ اس وجہ سے مسلم لیگ کا دسمبر 1938ء کا سالانہ اجلاس تعزیتی اجلاس کی شکل اختیار کر گیا۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے علامہ اقبال کو مندرجہ ذیل الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا۔

''آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس سر محمد اقبال مرحوم کے اسلام کا ایک فلسفی صوفی و قومی شاعر ہونے کی حیثیت سے ان کی خدمات کی تحسین کرتا ہے۔ مسلمانوں کو انہوں نے یہ پیغام پہنچایا تھا کہ وہ اپنے ماضی کی روایات سے اپنے مستقبل کو بنائیں۔''

اگر علامہ اقبال نے علیحدہ وطن کا کوئی تصور پیش کیا ہوتا تو مسلم لیگ کی اس قرارداد میں اس کا ذکر لازمی ہوتا۔

نواب سر محمد یامین خان جو قائداعظم کے قریبی ساتھی اور مسلم لیگ کے سینیئر رہنما تھے ان کی کتاب نامۂ اعمال میں لکھا ہے کہ:

''یکم مارچ 1939ء کو ڈاکٹر ضیاء الدین نے مجھے، مسٹر جناح، مسٹر ظفر اللہ خان، سید محمد حسین کو الہ آباد بلایا۔ دوپہر کے کھانے پر سید محمد حسین نے چیخ چیخ کر، جیسے ان کی عادت ہے، کہنا شروع کر دیا کہ چودھری رحمت علی کی سکیم کہ پنجاب، کشمیر، صوبہ سرحد، سندھ، بلوچستان کو ملا کر بقیہ ہندوستان سے علیحدہ کر دیے جائیں۔ ان سے پاکستان اس طرح بنتا ہے کہ پ سے پنجاب، الف سے افغانیہ یعنی صوبہ سرحد، ک سے کشمیر، س سے سندھ اور تان بلوچستان کا اخیر ہے۔ چونکہ سید محمد حسین زور زور سے بول رہے تھے اس لیے مسٹر ظفر اللہ خان نے آہستہ سے مجھ سے کہا کہ اس شخص کا حلق بڑا ہے مگر دماغ چھوٹا ہے۔ مسٹر ظفر اللہ خان ان کی مخالفت کر رہے تھے کہ یہ ناقابل عمل ہے۔ مسٹر جناح دونوں کے دلائل غور سے سنتے رہے اور پھر مجھ سے بولے کہ کیوں نہ ہم اس کو اپنا لیں اور اس کو مسلم لیگ کا نعرہ بنا لیں۔ ابھی تک ہماری عوام میں کوئی خاص مقبولیت نہیں ہے۔ اگر ہم اس کو اٹھائیں تو ہماری کانگریس سے مصالحت ہو سکے گی ورنہ وہ نہیں مانیں گے۔''

اس اہم میٹنگ نے مسلم لیگ کے آنے والے سالانہ اجلاس کے خدوخال پہلے سے طے کر دیے تھے جس میں 23 مارچ 1940ء کی قرارداد لاہور پیش کی گئی جسے انڈین میڈیا نے قرارداد پاکستان کا نام دیا۔ اس قرارداد کا مسودہ ابتدائی طور پر پنجاب کے یونینسٹ وزیر اعلیٰ سر سکندر حیات خان نے تیار کیا۔ یونینسٹ پارٹی تقسیم ہند کے سخت خلاف تھی اور اب تک مسلم لیگ کی اتحادی تھی اور سکندر حیات خان مسلم لیگ پنجاب کے صدر بھی تھے۔ اس کا مطلب واضح تھا کہ مسلم لیگ ابھی تک علیحدہ وطن کی حامی ہرگز نہیں تھی ورنہ سر سکندر حیات خان اور یونینسٹ پارٹی مسلم لیگ سے الگ ہو جاتے۔ ایک اور اہم بات نوٹ کیجئے۔ اس اجلاس میں پہلے چودھری رحمت علیؒ کو بھی مدعو کیا گیا اور وہ شرکت کے لیے آ رہے تھے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب سر سکندر حیات خان نے انہیں آنے سے روک دیا اور جواز خاکسار تحریک کے متوقع ہنگاموں کو بنایا جس کے 34 کارکن 4 دن قبل پولیس فائرنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ سوال یہ ہے کہ خاکسار تحریک (جو تقسیم ہند کی مخالف تھی) سے صرف چودھری رحمت علیؒ کو ہی خطرہ کیوں تھا؟ قائداعظم سمیت جتنے راہنما اجلاس میں شریک ہوئے ان کو خطرہ نہیں تھا؟ اصل بات یہ تھی کہ چودھری رحمت علی کی پاکستان اسکیم واضح تھی۔ اگر وہ شرکت کرتے تو مبہم قرارداد لاہور واضح قراردادِ پاکستان میں بدل جاتی۔ جبکہ تقسیم اس وقت تک نہ تو مسلم لیگ کا ایجنڈا تھا اور نہ ہی یونینسٹ وزیر اعلیٰ سر سکندر حیات اس کو برداشت کر سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سر سکندر حیات خان نے قرارداد کا جو مسودہ تیار کیا اس میں برصغیر میں ایک مرکزی حکومت کی بنیاد پر کنفیڈریشن کی تجویز پیش کی تھی لیکن جب اس مسودہ پر مسلم لیگ کی سبجیکٹ کمیٹی میں غور کیا گیا تو قائداعظم نے خود اس مسودہ میں واحد مرکزی حکومت کا ذکر یکسر کاٹ دیا۔ اس پر سر سکندر حیات خان سخت ناراض ہوئے اور اسی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے 11 مارچ 1941ء کو پنجاب اسمبلی میں کھڑے ہو کر یہ کہا کہ: ''میں ہندوستان میں ایک طرف ہندو راج اور دوسری طرف مسلم راج کی بنیاد پر تقسیم کے سخت خلاف ہوں اور ہم (یونینسٹ پارٹی) ایسی تباہ کن تقسیم کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔''

یہ تاریخی حقائق یہ ثابت کرتے ہیں کہ مسلم لیگ نے چودھری رحمت علی کی پاکستان اسکیم کو کانگریس پر دباؤ ڈالنے کے لیے استعمال کیا تھا ورنہ عملی طور پر تقسیم ہند مسلم لیگ کے ایجنڈے میں شامل نہ تھی۔

بیگم شائستہ اکرام اللہ اپنی کتاب ''فرام پردہ ٹو پارلیمنٹ'' میں بھی لکھتی ہیں کہ ''اکثر مسلمانوں کے نزدیک پاکستان ایک تصور تھا حقیقت نہ تھی۔ بڑے بڑے مسلمان لیڈروں کا بھی یہ خیال تھا کہ کسی قسم کا باہمی سمجھوتہ ہو جائے گا اور وہ متحدہ ہندوستان کے اندر اپنی جداگانہ حیثیت برقرار رکھ سکیں گے۔ قائداعظم کا بھی یہی خیال تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب پہلی بار اکتوبر 1941ء میں ان سے ملی تو انہوں نے کہا کہ کینیڈا کا آئین ہمارے لیے مسائل کا بہترین حل ہے (کینیڈین آئین ایک وفاق کے تحت دو بڑی قوموں کے حقوق کا تعین کرتا ہے)۔ قرارداد پاکستان کے سات سال بعد تک ایک طرف برطانوی حکومت اور دوسری طرف کانگریس سے وہ باہمی سمجھوتے کی بات کرتے رہے اور اس دوران میں ایک سے زائد بار تقریباً سمجھوتہ ہو بھی گیا تھا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ دوٹوک بٹوارہ نہیں چاہتے تھے۔ باہمی سمجھوتے میں ناکامی ہوئی تو اس کی ذمہ داری قائداعظم پر نہیں کانگریسی لیڈروں کی تنگ دلی اور تعصب پر تھی۔''

تمام تاریخی حقائق سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے اختتام تک علیحدہ وطن مسلم لیگ کے ایجنڈے میں شامل نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قرارداد لاہور میں نہ ہی پاکستان کا لفظ استعمال ہوا اور نہ ہی کوئی نقشہ پیش کیا گیا۔ جنگ عظیم دوم کے اختتام تک برطانیہ اور امریکہ کو روس کا خطرہ محسوس ہوا تو انہیں پاکستان کی ضرورت بھی محسوس ہوئی اور اس طرح 7 اپریل 1946ء کو دہلی کے تین روزہ کنونشن میں برطانیہ سے آنے والے کیبینٹ مشن کے سامنے پاکستان کا نقشہ پہلی بار مسلم لیگ نے قرارداد کی صورت میں پیش کیا جس میں پنجاب، سرحد، سندھ، بلوچستان، بنگال اور آسام شامل تھے۔ حیرت کی بات ہے کہ اس میں کشمیر شامل نہ تھا۔ حالانکہ چودھری رحمت علی کی سکیم میں کشمیر شامل تھا۔ اسی طرح چودھری رحمت علی کی پاکستان سکیم میں بنگال اور پاکستان کو علیحدہ مملکتیں شمار کیا گیا تھا۔ جیسا کہ 1971ء میں ہو کر رہا۔

ان تمام تاریخی حقائق کی روشنی میں اب میری پوری پاکستان قوم اور پاکستان کی اعلیٰ سیاسی و عسکری قیادت سے یہ سوال ہے کہ کیا ہم بحیثیت قوم جشن آزادی منانے کے اہل ہو سکتے جبکہ جس نے وطن کا تصور دیا، وطن کا نام رکھا اور وطن کے لیے پاکستان نیشنل مومنٹ کے نام سے تحریک کی بنیاد رکھی اس کا جسد خاکی 70 سال سے غیر ملک میں امانتاً دفن ہے؟ کیا یہ ایک زندہ اور عزتمند قوموں کا وطیرہ ہو سکتا ہے؟ ❁❁❁

End of US-imposed order in Afghanistan as triumphant Taliban enter Kabul and Ghani flees

With the departure of Ashraf Ghani from Afghanistan, the US-imposed order in the land-locked country has come crashing down.Ghani's departure was announced in a video message on his Facebook page by Abdullah Abdullah, head of the High Council for National Reconciliation, and long-time rival of the now-ousted president. Ashraf Ghani left Kabul International Airport for Tajikistan. This may not be his final destination. He might end up in Dubai, the US or even India! "The former Afghan president has left the nation," Abdullah said in his message.

After liberating 26 of 34 provincial capitals in a lightning campaign since August 6, Taliban fighters surrounded the capital Kabul on August 15. This came soon after the capture of Mazar-i Sharif in the north and Jalalabad in the east on August 14. On August 11, Ghani had flown to Mazar-i Sharif, accompanied by the Uzbek warlord Abdul Rashid Dostum to shore up support for his crumbling regime. He tried to patch up differences between Atta Muhammad Noor, a Tajik warlord who had ensconced himself in Mazar-i Sharif, much to the chagrin of Dostum, and the Uzbek warlord and mass murderer. The patch-up proved short-lived as regime forces and allied militias surrendered to the Taliban sending the two warlords scurrying across the border into Uzbekistan. It must be remembered that in November 2001, Dostum had murdered thousands of Taliban prisoners in Mazar-i Sharif by suffocating them in metal containers!

After taking over neighboring provinces, the Taliban surrounded Kabul earlier today where Ghani was holed up in the presidential palace. A day earlier, he had promised in a televised address that he was prepared to share "power" with the Taliban. Not surprisingly, the Taliban dismissed this offer. Ghani had no power left to share. The Taliban high command said it had instructed its fighters to not enter the capital city and refrain from violence. The group also offered safe passage to anyone wishing to leave Kabul. A Taliban team arrived in Kabul to negotiate a peaceful transfer of power.It is interesting to note that the Taliban negotiated with a team led by the former Afghan president Hamid Karzai and Abdullah Abdullah, showing that they are not after blind revenge. The Taliban fighters even stationed troops in Kabul city to prevent looting. This occurred in the wake of the news of Ghani's departure and police and other security personnel abandoning their posts in the capital raising fears of looting.

Taliban fighters have also taken over Bagram Airbase from which the Americans had fled in the middle of the night on June 30, leaving their Afghan allies totally bewildered. Media coverage of fast-moving developments provided interesting perspectives.

The Qatari-based Al Jazeera's headline said: "President Ashraf Ghani leaves Afghanistan: Live". The BBC was less charitable, reflecting perhaps deep disappointment that the man the West had installed in power did not die for their cause, hopeless as it was. "Afghan President Ghani flees country," read the BBC headline!

As this high drama was playing out in the presidential palace without a president, the Americans were ferrying out their diplomatic personnel from the sprawling embassy in Kabul in Chinook helicopters. Plumes of smoke were seen rising from the embassy compound as secret documents and computers were set on fire to prevent them from falling into hostile hands. Much as US president Joe Biden and his generals wanted to avoid the Saigon moment, they actually provided precisely such a moment by their helicopter trips. The only thing missing was the sea into which the Americans had dumped their helicopters as they got the hell out of Vietnam in March 1975.

On Thursday August 12, the State Department had warned all Americans to leave Kabul by the first available commercial flight otherwise the government would not be able to help them.

Similar orders were issued by other western governments asking their citizens to leave. The US Charge d'Affaires at the US embassy Ross Wilson also fled the embassy earlier today and was at Kabul airport awaiting evacuation. He also took the American flag with him as a sign of final retreat although the Taliban had given assurances that all diplomatic missions and staff would be provided protection.

This is the drop scene of the fall of the American empire biting the dust, like so many empires before it, in Afghanistan.

Courtesy: ***https://crescent.icit-digital.org/***

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

''مسجد جامع القرآن کمپلیکس پیہونٹ نزد نیلور اسلام آباد'' میں

03 تا 05 ستمبر 2021ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

(مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب نمبر 2)

حزب اللہ کے اوصاف

اور

امیر اور مامورین کا باہمی تعلق کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ ملتزم رفقاء شامل ہوں، موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں۔

05 تا 11 ستمبر 2021ء (بروز اتوار نماز عصر تا ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔

رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

10 تا 12 ستمبر 2021ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ منہج انقلاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ☆ شہادت علی الناس واقامت دین

زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء و معاونین متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 051-23401147، 051-4866055، 0334-5309613

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

TANZEEM-E-ISLAMI

PRESS RELEASE: 16 August 2021

Lahore (PR): "The Afghan Taliban have become victorious due to their strong faith and unwavering belief in Allah (SWT)."

This was said by the Ameer of Tanzeem-e-Islami, Shujauddin Shaikh, in a statement. The Ameer remarked that the miracle has occurred in the twenty-first century that the 'mighty' NATO forces led by the US and equipped to the teeth with the latest technology and the most powerful weaponry have been forced to kneel before the ill-equipped Afghan Taliban. The Afghan Taliban, belonging to the 'underdeveloped' country of Afghanistan have totally humiliated and annihilated the so-called 'developed' nations of the West. The supreme power of the world (USA) is licking its wounds, hiding its face in shame, trying to give ridiculous explanations for its routing and trying to put the blame of its trouncing on the neighboring countries of Afghanistan. He remarked that the 20-year struggle of the Afghan Taliban has proved that if a nation wages a mighty struggle in the way of Allah (SWT) for enforcing the Deen of Allah (SWT), then the succor Allah (SWT) arrives and no matter how big a malevolent power confronts that nation, Allah (SWT) bestows on the believers a clear and manifest victory. The Ameer emphasized that the government of Pakistan ought to recognize the Islamic Emirates of Afghanistan immediately, without any reservations and conditions, and provide them with full support. He concluded by asserting that Pakistan should provide all form of assistance and support, as invited by the Afghan Taliban, in order to help them become a stable and robust Islamic state.

Ref: The Press Release issued by Tanzeem-e-Islami on Monday , 16 August 2021

Vol. 30 Regd. C.P.L NO. 114 No.31

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore